فصلِ سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہامات پر اعتراض

اور

اُن کے جوابات

ہر قدم پر میرے مَولا نے دیئے مجھ کو نشاں
ہر عدُو پر حجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار
(حضرت مسیح موعودؑ)

تیسری فصل میں دشمنِ حق منشی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر اعتراض کئے ہیں اور اپنی نادانی سے ان پاکیزہ اور بیش بہا موتیوں کو "شیطانی کلمات" قرار دیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ دنیا کے شروع سے ذریتِ شیطان آسمانی پیغام کو اسی طرح ٹھکراتی رہی ہے۔ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر ہر نبی کی داستانِ زندگی ان تیرہ باطنوں کی ایذا رسانی، تکذیب اور گندہ دہانی سے لبریز ہے۔ یہ بات انبیاء سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اُمّتِ مرحومہ کے سب واصلانِ الٰہی اور اولیاء اللہ کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح دُکھ دیا۔ حضرت محی الدین رئیس الصوفیاء نے فرمایا :-

"لقد وقع لنا وللعارفین امور ومحنٌ بواسطۃ اظہارنا المعارف والاسرار وشہدوا فینا بالزندقۃ واٰذونا اشد الاذیٰ"

(الیواقیت حصہ اوّل صہ)

کہ مجھے اور تمام عارفین کو معارف و اسرار کے باعث بہت تکالیف پہنچی ہیں اور لوگوں نے ہم کو زندیق قرار دیکر بے انتہا اذیت دی ہے۔ سچ ہے ؎

کس بچشم یار صدیقے نہ شد
تا بچشم غیر زندیقے نہ شد

رب السموات قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (انعام ع) یہ لوگ تیری ذات کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ازراہ ظلم خدا کی آیات اور تیرے الہامات کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ اسی وجہ سے تو کہتے تھے ائْتِنَا بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ (یونس ع) کہ ہم اس قرآن کو اور اس کے الہامات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ان کو بدل دو۔ کیوں ؟ کہتے ہیں وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص ع) کہ یہ تو سراسر جھوٹا ہے، افتراء پرداز ہے ہم اس کی اتباع کس طرح کرلیں۔ دوسری جگہ کہتے ہیں وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (انعام ع) اے کاش اس رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر کوئی بھی سچا الہام ہوجاتا، اس کی کوئی بات ہی پوری ہوجاتی۔ قوم ثمود حضرت صالحؑ کے متعلق کہتی ہے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ (القمر ع) کہ یہ تو بہت ہی جھوٹا اور مغرور ہے کیا خدا کا کلام اس پر ہی نازل ہونا تھا؟

ہم اس بیان کو کہاں تک طول دیں، قرآن مجید اس مضمون سے بھرا پڑا ہے کہ دشمنان صداقت انبیاء کے جملہ الہامات کو کذب، افترا اور سراسر غلط قرار دیتے رہے ہیں۔ پس اگر آج حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مخالف آپ کے الہامات کے متعلق ایسا کہیں تو جائے تعجب نہیں بلکہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ جس طرح یہ رسول فی حلل الانبیاء ہے اسی طرح اس کے دشمن بھی "فی حلل المکذبین" ہیں۔ سچ ہے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔

حضرت مرزا صاحب کا اپنے الہامات پر کامل یقین

مفتری اور جعلساز اپنی بات پر کبھی یقین تام اور وثوق کامل کے ساتھ مستقل نہیں رہ سکتا، جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوا کرتے۔ اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا غیر متزلزل یقین دانشمندوں کی نظر میں ان کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔ آیت

قرآنی عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (سورہ یوسف ع ۱۲) بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے
حضرت مرزا صاحبؑ کے الہامات کو معترض غلط قرار دیتے ہوئے بھی اس بات کا اعتراف کرتا
ہے کہ :-

"مرزا صاحب کو اپنے کُل مکاشفات، الہامات اور پیشگوئیوں کے سچا ہونے
پر بڑا ناز اور دعویٰ تھا" (عشرہ ص ۳۵)

اس کے بعد حضرت اقدسؑ کے ان الفاظ کو نقل کرتا ہے :-

"وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا قطعی اور یقینی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور
اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور اس کی روشنی ہے
ایسا ہی میں اس کلام میں شک نہیں کر سکتا جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا
ہے۔" (عشرہ ص ۳۶ بحوالہ تجلیات الٰہیہ)

اس ایک بات سے ہی عقلمند انسان حضرتؑ کی سچائی کو پرکھ سکتے ہیں۔ بھلا یہ غیر متزلزل یقین
اور یہ غیر معمولی استحکام شیطان اور شیطانی کلام کو ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! انّ فی ذالک
لعبرۃ لاولی الالباب۔

حضرت مسیح موعودؑ اور ابن صیّاد

نادان معترض حضرت مسیح محمدی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ اور ابن صیّاد کو باہم مماثل قرار
دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ جب مرزا صاحب کو جماعت احمدیہ نبی و رسول مانتی ہے تو ابن صیاد
کو کیوں رسول نہیں مانتی؟ اس دشمن حق کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ابن صیّاد نے کب سچ مچ دعویٰ
رسالت کیا اور کب اس نے اہل دنیا کو اپنے ماننے کی دعوت دی[1]۔ اور پھر کن معیاروں کی رُو
سے اُس کی سچائی ظاہر ہوئی بلکہ صحیح روایات کی بنا پر تو اُس نے آخر کار اس "گنگناہٹ" سے
بھی توبہ کر لی تھی جس کی وجہ سے پٹیالوی معترض اسے "مدعیٔ وحی" قرار دیتا ہے۔ اگر منشی صاحب کے
نزدیک اس کو وحی کا دعویٰ تھا تو اس کی وحی تو پیش کرتے۔ اور پھر صرف دعویٰ تو کوئی چیز ہی نہیں ہیں
بے شک بیسیوں اُٹھے جنہوں نے آفتابِ رسالت کی کرنوں کے مقابل ہو کر مختلف دعاوی کئے مگر
ان کی تباہ حالی، ناکامی اور نامرادی کی موت نے اُن کو خس کم جہاں پاک کا ہی مصداق بنایا

[1] محض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑانے یا آپ کی نقل اُتارنے کے لیے وقتی طور پر اَتَشْهَدُ اَنِّیْ
رسول اللّٰہ کہنا دعویٰ رسالت نہیں کہلاتا۔ (مؤلف)

اور آسمان سنے ان کی بربادی سے ان کی بطالت پر شہادت دیدی۔ کہاں وہ لوگ اور کہاں خدا کا وہ نبی جس نے بے کسی اور بے بسی میں دعویٰ فرمایا، اپنے اور بیگانے اس کے دشمن ہو گئے۔ سب نے اس کی تخریب، بربادی اور استیصال کے منصوبے سوچے اور امکان بھر کوششیں کیں مگر وہ سب ناکام رہے اور پیغمبر قادیان بکیر و تنہا ہو کر سب پر غالب آیا؟ وہ ایک تخم تھا جس سے نہایت عظیم الشان درخت بن گیا اور اس کی شاخیں اکناف عالم میں پھیل گئیں اور اخیرِ دنیا تک اس کے حاسدوں اور منکروں کے جلنے کا سامان بن گئیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یاد رکھو سے

صادقاں را نورِ حق تا بد مدام
کاذباں مُردند و شد ترکی تمام

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ حقیقت واقعیہ اور تاریخی صداقت نہ بھی ہوتی تو بھی ابن صیاد کی کذب بیانی کے لئے اس کا اپنا اقرار کہ

"میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں" (عشرہ کاملہ ص۲۴۲)

ہی کافی تھا۔ اور یہ بات ہی حضرت مسیح موعودؑ اور اس کاذب میں بیّن فرق کر دیتی۔ کیا تم نے ابھی نہیں پڑھا کہ خدا کا سچا موعود اپنے سب الہامات کو یقینی، قطعی اور منجانب اللہ قرار دیتا ہے۔ (عشرہ ص۳۵) بلکہ یقین کامل سے فرماتا ہے:-

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودہ نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں، تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر ان کے منہ پر مارے گا"

(ضمیمہ اربعین نمبر ۴ ص۲)

ابن صیاد کا اقراری شک و التباس ہی اس کے کاذب ہونے کی کافی دلیل ہے اسی لئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فوراً فرمایا۔ خلط علیک الامر "تجھ پر بات خلط ملط ہو گئی ہے" (عشرہ ص۳۵) گویا اس کی کذب بیانی کے ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کا اپنی وحی پر کامل یقین اور اپنے الہام پر قطعی

وثوق حضورؑ کی صداقت پر زبردست گواہ ہے پس ابن صیاد اور آپؑ میں کھلا کھلا فرق ہے۔ ع

ضدان مفترقان ای تفرق

وفات مسیحؑ کے الہامات

اس جگہ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ معترض بٹیالوی نے حمامۃ البشریٰ ملا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے وفات مسیح اور اپنی مسیحیت کے الہامات کو "دس سال تک ملتوی رکھا بلکہ رد کر دیا" (حاشیہ ۳۵ عشرہ)

یہ الفاظ حمامۃ البشریٰ ملا میں موجود نہیں ہیں۔ پس یہ تو معترض کی دروغ بافی ہے لیکن یہ بات بلا شبہ درست ہے کہ حضرت اقدس ایک عرصہ تک حضرت مسیحؑ کو زندہ مانتے رہے۔ مگر یہ تو خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرتؑ نے اپنے دعویٰ مسیحیت میں منصوبہ بازی نہیں کی۔ باقی اس سے یہ استدلال کہ الہامات کو "رد کر دیا" یا ان میں "شک کیا" سراسر باطل اور جھوٹ ہے۔ حضرتؑ کو کبھی کسی الہام کے بارہ میں نہ کبھی شک ہوا نہ حضورؑ نے کسی الہام کو رد کیا۔ ہاں دعویٰ مسیحیت اور وفات مسیحؑ کے الہامات کے متعلق صرف اس قدر رقم فرمایا ہے

ثم ما استعجلت فی امری ھذا بل اخرتہ الی عشر سنۃ بل زدت علیھا وکنت لحکم واضح وامر صریح من المنتظرین۔ یعنی میں نے دعوے میں جلد بازی سے کام نہیں لیا بلکہ اللہ کے واضح حکم کا منتظر رہا۔ (حمامۃ البشریٰ ملا)

غرض آپؑ کے سب الہامات خدا کی جانب سے ہونے میں قطعی اور یقینی تھے ہاں ان کے اسرار و خواص کی تفہیم حسب سنت الہیہ اپنے اپنے وقت پر ہوتی رہی جیسا کہ تمام انبیاء اور ان کے متبعین کو ہوتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حضرت عمرؓ قسم کھاتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنْ یَکُنْ ھُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَیْہِ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ ھُوَ فَلَا خَیْرَ لَکَ فِیْ قَتْلِہٖ۔ (مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد)

کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے۔ اور اگر یہ دجال نہیں تو اس کے قتل کرنے کا فائدہ کیا؟

پھر سیدنا حضرت عمرؓ آیت سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کے متعلق کہتے ہیں :۔

"إِنَّهَا لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ لَمْ أَعْلَمْ مَا هِيَ أَيْ مَا الْوَاقِعَةُ الَّتِي يَكُونُ فِيهَا ذَالِكَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ الدِّرْعَ وَيَقُولُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ فَعَلِمْتُهُ"

(بیضاوی زیر آیت ہذم)

کہ جب مکی آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ نازل ہوئی تو میں نہ سمجھ سکا کہ وہ کونسا واقعہ ہوگا جب یہ پوری ہوگی۔ پھر جب جنگ بدر کا دن آیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہ پہنے اور یہ آیت تلاوت کرتے سُنا تو مجھے صحیح علم ہوا" بات یہ ہے کہ مکی زندگی میں ان فتوحات کا تصور انسانی فہم سے بالا تھا۔

دیکھئے قرآن مجید میں بہشت کی نعماء کا مفصّل تذکرہ ہے مگر خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ السجدۃ) کا مصداق ہیں یعنی وہ ایسی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سُنیں، اور نہ اُن کا تصوّر ہی کسی دل کو ہوا۔ سچ ہے کہ كُلُّ امرٍ مرهونٌ باوقاتهٖ۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس لحاظ سے بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا کہ آپؑ نے وفاتِ مسیحؑ کا فی الفور کیوں اعلان نہ فرمایا بلکہ حضورؑ کا محتاط طرزِ عمل اپنی ذات میں آپؑ کی صداقت کا ایک گونہ شاہد ہے۔

الہامات پر اعتراضات کے جواب

اب ہم اُن اعتراضات کو لیتے ہیں جو مصنّف نے اس فصل میں ذکر کئے ہیں اور نمبروار ان کے جواب لکھتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق اعتراض کا جواب

معترض نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور حضورؑ کی تشریحات کو ذکر کر کے لکھا ہے :-

"ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی عمر بقول ان کے کم از کم ۷۴ سال

اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال کی ہونی چاہیئے تھی۔ مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ

میں ۶۵ سال اور چند ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے۔" (عشرہ ص۳۶)

ہمیں اس "خلاصہ" سے اتفاق ہے۔ مگر معترض کی یہ بات غلط ہے کہ حضرت اقدسؑ کی عمر ۶۵ سال اور کچھ مہینے "ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات، مخالفین کی گواہیاں اور واقعات اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ معترض نے اپنے دعوے کی تائید میں دو حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلے ہم ان کا جواب تحریر کرتے ہیں۔

معترض کا پیش کردہ پہلا حوالہ

معترض نے تریاق القلوب ص۶۸ سے یہ عبارت نقل کی ہے "جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری عمر ۴۰ برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔"

اور پھر لکھا:۔

"پس جب حسب اقرار خود چودھویں صدی کے شروع میں آپ پورے ۴۰ سال کے تھے تو بوقت انتقال ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں ۶۵ سال ۴ ماہ کے ہوئے۔" (عشرہ ص۳۹)

الجواب

مندرجہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چالیس برس کی عمر میں مامور ہوئے۔ اور وہ "وقت صدی کے سر کے پہنچنے کا وقت تھا۔ بات بالکل واضح ہے اب صرف "صدی کے سر" کا تعین کرنا چاہیئے کہ اس سے کونسا سال مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ۱۲۹۰ ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹)

اس عبارت سے متعین ہو گیا کہ "صدی کے سر" سے مراد ۱۲۹۰ھ ہجری ہے۔ اس جگہ اگر یہ سوال ہو کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں "صدی کے سر" کی بیّن تشریح موجود ہے تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہے حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے اسلئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصّے کو بھی پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے۔ دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے اطلاق کر دیتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مجدّد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا ہو یعنی گیارھویں صدی کے چند سال رہتے اس نے ظہور کیا ہو۔"
(تحفہ گولڑویہ طبع اوّل حاشیہ ص۹۲)

پس اب حل ہو گیا کہ تریاق القلوب کی عبارت میں "صدی کے سر" سے مراد حضورؑ کے نزدیک ۱۲۹۰ھ ہجری ہی ہے۔ یہ اصولی تو ظاہر ہی ہے کہ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ درست نہیں۔ بلکہ حسبِ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مطابق وہی معنے لینے پڑیں گے جو خود حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں۔ بہرحال ثابت ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں حضرت مسیح موعودؑ کی عمر ۴۰ سال تھی اور ۱۳۲۶ھ ہجری میں حضورؑ کا انتقال ہوا تو کل عمر ۷۶ سال ثابت ہو گئی۔ فلا اعتراض

دوسرے حوالہ کا جواب

معترض نے حضرت اقدس کی کتاب تحفہ گولڑویہ کے حوالہ سے اس کشف کا ذکر کیا ہے جس کی رُو سے حضورؑ نے ابتداء دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کل زمانہ ۴۷۳۹ سال قرار دیا ہے اور پھر اپنی پیدائش گیارہ سال کم چھٹے ہزار پر قرار دی ہے۔ معترض نے اس انوکھے طریق سے حضرت مسیح موعودؑ کی عمر ۶۵ سال قرار دی ہے۔

الجواب:۔ کیا عمر کے دریافت کرنے کا یہی طریق ہے کہ ہزاروں سالوں کے حساب کیئے جائیں۔ بھلا اس قدر دُور دراز کا راستدلال کی کیا ضرورت تھی جبکہ حضرتؑ نے صاف لکھا ہے کہ ۱۲۹۰ھ ہجری میں میں مامور ہو چکا تھا (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹) اور دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے کہ میں چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوا۔ گویا آپؑ کی پیدائش کا سال ۱۲۵۰ھ ہجری ہی ہے۔ جناب معترض! اگر آپ کے نزدیک تحفہ گولڑویہ کی عبارت سے سن پیدائش ۱۲۶۱ھ ہجری بنتا ہے تو یہ ہزاروں کی اُلجھن میں پڑنے کا نتیجہ ہے۔ دراصل بات یہ ہے

کہ ہزار ششم کے تعین میں اختلاف ہے اور ایک لحاظ سے حضرتؑ نے اپنی پیدائش کو گویا ۵۹۸۹ سال پر قرار دیا ہے لیکن حضورؑ کی دوسری تحریریں بتاتی ہیں کہ اس میں گیارہ سال کا فرق ہے۔ اور حقیقت میں سن پیدائش حضورؑ کا ۱۲۵۰ ہجری ہی ہے اور اس لحاظ سے بھی حضورؑ کی عمر ۷۶ سال ہی بنتی ہے جو الہام کے بالکل مطابق ہے۔

ان دونوں سوالوں کا جواب دینے کے بعد اب ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو شہادتیں اپنی عمر کے متعلق درج کرتے ہیں:۔

پہلی شہادت } تحریر فرماتے ہیں:۔

"میری طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا جس میں یہ فقرہ ہے کہ **میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں** اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے۔" (حاشیہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۷)

گویا ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ستر برس ہوئے تو بوقت وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس شمسی حساب سے بھی اندازاً ۷۵ سال عمر ہوئی اور قمری حساب سے تو دو سال اور بھی زیادہ ہو جائیں گے۔

دوسری شہادت } تحریر فرمایا ہے:۔

"مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔" (اعجاز احمدی ص۳)

حضورؑ نے اپنی عمر اور آتھم کی عمر برابر قرار دی ہے اور آتھم کی عمر ۶۴ سال بتائی ہے۔ گویا جب آتھم مرا تو آپؑ کی عمر بھی ۶۴ سال تھی۔ آتھم کی موت ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مقام فیروز پور ہوئی (انجام آتھم ص۱) نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۹۶ء میں حضرت مرزا صاحبؑ کی عمر ۶۴ سال تھی اب بارہ سال ملانے سے ۱۹۰۸ء میں یقیناً ۷۶ سال کی عمر ثابت ہوئی۔ فھو المراد۔

حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق مخالفین کی چند گواہیاں

(۱) مولوی ثناء اللہ

صاحب امرتسری نے لکھا ہے:۔

(الف) "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسّی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے۔ جس کے سبب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں۔" (اہلحدیث ۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

(ب) "جو شخص ستّر برس سے متجاوز ہو۔ جیسے خود بدولت (مرزا صاحب) بھی ہیں"
(تفسیر ثنائی جلد ۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ ۱۸۹۹ء و طبع دوم صفحہ ۹۰)

(ج) "چنانچہ خود مرزا صاحب (فداہ ابی و امّی۔ ناقل) کی عمر بقول اس کے پچھتر سال کی ہوئی۔" (اہلحدیث ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم ۲)

(د) "مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبد اللہ آتھم ..... عیسائی کی بابت لکھتے ہیں کہ اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب چونسٹھ سال کے (صفحہ ۳) اس عبارت سے پایا جاتا ہے کہ عبد اللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر چونسٹھ سال کی تھی۔ آئیے اب ہم یہ تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا شکر ہے کہ اس کی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم صفحہ ا پر لکھتے ہیں (چونکہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہو گئے) اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر چونسٹھ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب آئیے اب یہ معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۷ء میں ۱۸۹۶ء کو گزرے ہوئے کے سال ہوتے ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوتے ہیں بہت اچھا چونسٹھ کے ساتھ گیارہ کو ملانے سے پچھتر سال ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل پچھتر سال ہے۔"
(مرقع قادیانی بابت فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

(۲) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا تھا کہ:۔

"۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے۔"

اس کے بعد حضور قریباً پندرہ برس زندہ رہے۔ ۶۳ + ۱۵ = ۷۸ سال۔

(۳) پنڈت لیکھرام مقتول لکھتا ہے:۔
"پچاس برس کی عمر ہو چکی ہنوز خواہش کی آرزو باقی ہے"
(اشتہار ۸ مارچ ۱۸۸۶ء تکذیب براہین احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹)

اس حساب سے بھی حضورؑ کی عمر ۷۳ سال سے زائد بنتی ہے۔

(۴) مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر "زمیندار" کے والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر زمیندار میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ:۔
"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲۔۲۳ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی اور بزرگ تھے۔" (زمیندار بحوالہ عسل مصفیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

اس حساب سے بھی حضورؑ کی عمر بحساب قمری ۷۴ سال بنتی ہے۔

ان تمام حوالجات سے بیّن طور پر ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر از روئے تحریرات خود اور از روئے شہادات مخالفین بہر حال ۷۴ سال یا اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس مؤلف عشرہ کا یہ دعویٰ کہ "۶۵ سال اور چند ماہ کی عمر میں فوت ہوگئے" بالبداہت باطل ہو گیا وھو المقصود۔

عمر کے اندازہ میں اختلاف کیوں؟ اور اس کا حل

مخالفین احمدیت کی مندرجہ بالا شہادات میں حضورؑ کی عمر کی تعیین میں اختلاف نظر آتا ہے۔ اور ایسا ہی بعض مقامات پر خود حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں بھی بادی النظر سے اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اندازے قیاسات کے ماتحت ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی کی عمر کے متعلق جب قیاس کیا جائے گا تو ایک دو سال کا فرق پڑ جانا چنداں بعید نہیں بلکہ بالعموم ایسا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق ایک بیان ملاحظہ ہو لکھا ہے:۔
"عمر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعضے ساٹھ برس کی اور بعضے باسٹھ برس چھ مہینے کی اور بعضے پینسٹھ برس کی کہتے ہیں مگر ارباب تحقیق تریسٹھ برس کی لکھتے ہیں۔" (احوال الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)

پس اگر حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق قیاسات میں اختلاف ہو تو باعث تکذیب نہیں جبکہ خود مؤلف عشرہ کاملہ تسلیم کرتا ہے کہ :-

"مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی یادداشت نہیں کیونکہ اس زمانہ میں بچوں کی عمر کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا" (حاشیہ عشرہ صہ ۳۷)

اندریں صورت محتاط طریق یہی ہے کہ انسان کسی بات پر ضد نہ کرے بلکہ جو بیان آسمانی شہادت اور قرائن سے درست ثابت ہو اُسے تسلیم کرے۔

عمر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ کُن بیان

جناب مولوی سید محمد عبدالواحد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ "حضرت کی عمر شریف اس وقت کس قدر ہے؟" اِس کے جواب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالےٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اِس وقت تک جو سن ہجری ۱۳۲۳ھ ہے میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ واللہ اعلم۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۳)

کیا ہی ناطق قول ہے۔ گویا ۱۳۲۳ھ میں ستر سال عمر ہے۔ اب اس کے تین چار سال بعد حضورؑ کا انتقال ہوتا ہے۔ گویا آپ کے اندازہ کے مطابق بھی ۷۴ سال عمر بن گئی لیکن اصل اندازہ کو خدا کے علم کے سپرد کر کے معترضین کا مُنہ بھی بند کر دیا مگر افسوس کہ پھر بھی ؎

مہ نور مے فشاند و سگ بانگ میزند

عمر کے متعلق الہامی فیصلہ

ناظرین کرام! آپ نے پڑھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے الہامات کے ماتحت اپنی عمر کا اندازہ ۷۴ اور ۸۶ کے درمیان شائع فرمایا ہے ہمیں آپؑ کی معیّن تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ اندازے محض تخمینہ پر مبنی ہیں لیکن آؤ دیکھیں کہ الہامی شہادت اِس بارہ میں کیا ہے؟ سو یاد رہے کہ اقل عمر حضور علیہ السلام کی از رُوئے الہام ۷۴ برس ہے۔ دوسری طرف ۱۹۰۵ء میں حضورؑ پر وحی اُترتی ہے :-

"جاء وقتك - قرب اجلك المقدر" (الوصیت ص۲)

یعنی تیرا وقت آچکا۔ مقدر اجل قریب آگئی۔"

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہامی وعدہ کے مطابق عمر حاصل کی ہے اسی پر اللہ تعالیٰ کے الفاظ "جاء و قتلك" دلالت کر رہے ہیں۔ گویا جس طرح الہام نے عمر کی میعاد بتائی تھی ویسے ہی الہام سے اس میعاد کا پورا ہو جانا ظاہر ہو گیا وتمّت کلمة ربّك صدقاً و عدلاً۔

اس اعتراض کے ضمنی اعتراضات

ہم نے اصل اعتراض کا مفصل جواب دیدیا ہے، ہاں چند دیگر جواب طلب امور جو معترض نے ضمناً ذکر کئے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

امر اوّل۔ معترض کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں ایک روز کشفی حالت میں ایک بزرگ صاحب کی قبر پر دعائیں مانگ رہا تھا۔ صاحب قبر سے پندرہ سال زیادتی عمر کی دعا پر آمین کہلوانی چاہی۔ اس نے نہ کہی۔ آخر نہایت اصرار کے بعد انقباض کے ساتھ اس نے آمین کہی۔ اس سارے واقعہ کے بعد معترض نے حضرت اقدس کے حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:۔

"دعا مانگی کہ میری عمر پندرہ سال اور بڑھ جائے تب اس بزرگ نے آمین کہی۔ اب میری عمر پچانوے سال ہے۔"

(عشرہ ص۲۷ حاشیہ بحوالہ الحکم ۱۷/۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء)

الجواب (۱) یہ کشفی واقعہ ہے اور کشف تعبیر طلب ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کشف میں دیکھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں (سورۂ یوسف ع۱) کیا اسے ظاہر پر محمول کرو گے؟ اگر نہیں تو مندرجہ بالا کشف کو کیوں ظاہر پر حمل کرتے ہو؟

(۲) اگر اس کشف کا وہی مطلب ہوتا جو تم بیان کر رہے ہو تو چاہیئے تھا کہ حضرت مرزا صاحب بھی کم از کم ایک دفعہ ہی لکھتے کہ میں پچانوے ۹۵ سال تک زندہ رہوں گا۔ حالانکہ تم خود لکھ چکے ہو کہ:۔

"مرزا صاحب کی عمر بقول اُن کے کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہونی چاہیئے تھی۔" (عشرہ ص۳)

پس تمہارا یہ اعتراض باطل ہے۔

(۳) اِس کشف میں درج ہے کہ صاحبِ قبر بزرگ نے بار بار آمین کہنے سے انکار کیا۔ آخر الامر محض احترام کے طور پر اُس نے آمین کہدی۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ دُعا اُس رنگ میں نہیں جس میں معترض نے اسے ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام! مندرجہ بالا اقتباس میں معترض پٹیالوی نے فقرہ "اب میری عمر پچانوے سال ہے" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے اور الحکم کے حوالے سے منسوب کیا ہے یہ اس کا کھلا کھلا جھوٹ اور افتراء ہے۔ اگر وہ یہ فقرہ حضورؑ کی تحریر سے دکھائے تو اس کو یکصد روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اگر نہ دکھا سکے، اور ہرگز نہیں دکھا سکتا تو لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین کا طوق ہی اس کے گلے کے لیے بس ہے۔ معترض نے "تنزّل علیٰ کلّ افاکٍ" کا مصداق پیغمبرِ قادیان کو قرار دیا تھا۔ (خاکش بدہن) مگر خدا کے قہری وعید اِنّی مُھینٌ مَن اراد اِھانتک نے اس کو مصداق بنا دیا ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

امرِ دوم:- معترض لکھتا ہے:۔

"مولوی مردان علی حیدر آبادی نے مرزا صاحب کو خط لکھا کہ ۲۰ سال میں اپنی عمر میں سے کاٹ کر آپ کو دیتا ہوں مرزا صاحب نے قبول کیا" (ازالہ اوہام) اسلئے مرزا صاحب کی عمر پوری سو سال ہونی لازمی تھی" (حاشیہ عشرہ ص۲۰)

الجواب (۱) مولوی مردان علی صاحبؓ کے اِس اظہار سے ان کے اخلاص اور ایثار کا ضرور پتہ لگتا ہے مگر کیا کسی کے اپنی عمر دینے سے دوسرے کو وہ عمر مل جاتی ہے؟ اے نادان معترض! سُن! اگر یہ طریق ممکن ہوتا تو سب مومن اپنی زندگیاں انبیاء کو دے دیتے اور وہ ابد الدہر زندہ رہتے۔ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول پاکؐ سے نہ کہا تھا فدیناك بآبائنا وامّھاتنا (مشکوٰۃ باب وفات النبیؐ) کہ ہم اپنے والدین کو آپ پر قربان کرتے ہیں۔" یہ مومنین کا اخلاص ہوتا ہے اس سے عمر کی زیادتی کا مطالبہ کرنا سراسر حماقت ہے۔

(۲) اگر معترض کا استدلال درست ہوتا تو حضرت مرزا صاحبؑ کسی ایک موقعہ

پر تو لکھتے کہ میری عمر میں یہ پانچ سال بھی زائد ہو گئے ہیں مگر حضرتؑ کا ایسا نہ لکھنا معترض کی بطالت کی صریح دلیل ہے۔

ایک اور کھلا جھوٹ

معترض نے لکھا ہے کہ مولوی مردان علی صاحب کی پیشکش کو "مرزا صاحب نے قبول کیا۔" (ازالہ)

یہ سراسر کذب و بہتان ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی جگہ ایسا نہیں لکھا کہ میں اس پانچ سالہ عمر کی قربانی کو قبول کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض دوستوں کا اسی بیان میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ انہوں نے "دس دس روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔" معلوم ہوتا ہے اس "قبول کیا ہے" کے لفظ سے معترض نے دھوکا کھایا ہے۔ کیا اسی پرتے پہ تتا پانی؟ مولوی مردان علی صاحبؓ کے متعلق تو حضورؑ نے اتنا ہی لکھا ہے:۔

"خدا تعالیٰ اس ایثار کی ان کو یہ جزا بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔"

(ازالہ اوہام ص۲۸۹)

اگر معترض یہ دکھا دے کہ مرزا صاحبؑ نے پانچ سالہ عمر کو قبول کیا تو اسے سو روپیہ مزید انعام دیا جائے گا ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا طوق زیب گلو ہوگا۔

امر سوم۔ معترض پٹیالوی لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب کو بمقابلہ ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب الہام ہوا تھا۔ اور تیری عمر بڑھا دوں گا تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں۔ دیکھو اشتہار تبصرہ۔"

(حاشیہ ص۳۷ عشرہ)

الجواب مفصل گفتگو تو ڈاکٹر عبد الحکیم والے واقعہ کے متعلق فصل دہم میں ہوگی اس جگہ مختصر جواب یہ ہے کہ آپ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ "میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا" کا الہام بمقابلہ ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ہوا تھا۔"

چونکہ ڈاکٹر عبد الحکیم نے پیشگوئی کی تھی کہ حضرت مرزا صاحب چودہ مہینہ میں ہلاک ہو جائیں گے (نعوذ باللہ) تو خدا تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں الہام فرمایا کہ میں دشمن کو جھوٹا کرنے کی خاطر تیری عمر بڑھا دوں گا لیکن جب خود مرتد ڈاکٹر نے اس چودہ ماہ پیشگوئی کو منسوخ کر کے ۴ر اگست ۱۹۰۸ء کا دن حضرت کی وفات کے لئے مقرر کر دیا تو خدا تعالیٰ

نے اسے دوسرے رنگ سے جھوٹا کر دیا اور زیادتی عمر کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ فریق ثانی کی طرف سے وفات کا دن معیّن کر دیا گیا تھا۔ اور جب مقابلہ ہی نہ رہا تو مطالبہ کیسا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔

امر چہارم۔ معترض پٹیالوی لکھتا ہے کہ جب مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ اپنی عمر کے متعلق "ہمارے پاس کوئی یادداشت نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں بچوں کی عمر کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا" تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ مرزا سلطان احمد کی روایت بابت پیدائش حضرت مسیح موعودؑ ۱۸۳۶ء زیادہ درست ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس جو یادداشت ہے اس کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں ہوئی تھی" متضاد بیان ہے۔ (ملخصاً من حاشیہ عشرہ صٓ)

الجواب۔ اِن دونوں بیانات میں کوئی تناقض نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی پیدائش کے زمانہ کا حال لکھا ہے اور اپنی پیدائش کے متعلق یادداشت کا انکار فرمایا ہے اور مرزا سلطان احمد صاحب نے جس یادداشت یا بیان کا ذکر کیا ہے وہ ان کی اپنی پیدائش کے متعلق ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر بالبداہت ثابت ہوتی ہے چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب کی موثق روایت حسب ذیل ہے :-

> "ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش سمت ۱۹۱۳ بکرمی کی ہے اور مَیں نے سُنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔" (سیرت المہدی صٓ۱۹)

اِس حساب سے حضرت اقدسؑ کی پیدائش ۱۸۳۶ء کے لگ بھگ ثابت ہوتی ہے وھو المراد۔

امر پنجم۔ معترض پٹیالوی حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ازالہ اوہام صٓ۱۸۶ سے ایک عبارت نقل کر کے لکھتا ہے :-

> "غلام احمد قادیانی سے ۱۳۰۰ کا عدد نکال کر اور اپنا ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہونا ظاہر کر کے مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۰ سال ۴ ماہ کا مزید ثبوت دیدیا۔" (عشرہ صٓ۳۸)

الجواب۔ بے شک "غلام احمد قادیانی" کے اعداد ۱۳۰۰ ہیں مگر کیا الہام یا کشف

میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے پہلے آپؑ مامور نہیں ہوئے یا خدا تعالیٰ نے آپؑ کو شرفِ مکالمہ و مخاطبہ نہیں بخشا؟ ہرگز نہیں! اس قسم کی باتوں سے استدلال کر کے ۶۵ سال عمر ثابت کرنا یقیناً "الغریق یتشبث بالحشیش" یعنی "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کا مصداق ہے۔ جب حضرتؑ نے اپنا سنِ بعثت صاف طور پر ۱۲۹۰ھ ہجری بتا دیا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹) تو پھر اِدھر اُدھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں اس جگہ (ازالہ اوہام میں) جہاں ان اعداد کا ذکر ہے وہاں صاف لکھا ہے:۔

"اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا الخ" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵)

پس جب سیاقِ کلام تیرھویں صدی کے اواخر کے اثبات کے لئے ہو تو محض ۱۲۰۰ کے عدد سے عمر کا اندازہ کرنا کہاں تک درست ہے؟ اور اس ابجد کے ۱۳۰۰ کو محض سنِ ہجری سے مخصوص کرنا اور بھی عجیب ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اس ۱۳۰۰ سے مراد سنِ بعثتِ نبوی نہ لیا جائے جو کہ سنِ ہجری سے قریباً دس سال پہلے ہے۔ اور اس لحاظ سے اس بیان کی سنہ ۱۲۹۰ھ ہجری کے ساتھ پوری مطابقت بھی ہو جاتی ہے۔ فتدبّر!

عمر کے متعلق تو مخالفین کی شہادتیں بھی نہایت صاف ہیں مگر افسوس ان پر جو لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا کے مصداق ہیں۔

امر ششم۔ منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا بیان "اس وقت تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں" غلط ہے۔ کیونکہ قاضی فضل احمد لدھیانوی کی کتاب کلمۂ فضل رحمانی میں لکھا ہے کہ دو قادیان ضلع گورداسپور میں اور ایک ضلع لدھیانہ میں ہے اور ایک میں غلام احمد قریشی نام ایک شخص رہتا تھا۔ (ملخصاً حاشیہ صفحہ ۲۵ عشرہ)

الجواب۔ (۱) قاضی فضل احمد جس نے اپنی کتاب "کلمۂ فضل رحمانی" میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف بافراط کذب بیانی کی ہے اس کو بطور گواہ پیش کرنا معترض پٹیالوی کے لئے ہی موزون ہے ؎

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

پنجابی میں ضرب المثل ہے "خواجہ دا گواہ ڈڈو"۔ ناظرین کرام! ہم معترض پٹیالوی سے کیا کہیں۔ جو قاضی لدھیانوی کی سُتے چاٹ کر شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہاں منصف مزاج پبلک کی آگاہی کے لئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۱۱ء میں قاضی مذکور اور اُس کی اس کتاب کے متعلق مجسٹریٹ درجہ اوّل لدھیانہ نے حسب ذیل ریمارکس کیئے جن کو بعد اپیل بھی قائم رکھا گیا:۔

"جو الزامات مستغیث (فضل احمد لدھیانوی) نے اپنی کتاب "کلمہ" میں مرزا غلام احمد قادیانی پر لگائے ہیں وہ جھوٹے اور توڑے مروڑے ہوئے ہیں"

"حقیقت امر یہ ہے کہ مستغیث (فضل احمد لدھیانوی) علوم دینی میں نیم تعلیمیافتہ آدمی ہے اور اس کا علم عربی بہت ہی ناممکل اور سطحی ہے جیسا کہ ڈیفنس کی پیش کردہ عبارت پر اس کے اعراب لگانے کی کوشش سے ظاہر ہوتا ہے اس میں بیشمار غلطیاں ہیں۔ جیسا کہ ضرب المثل میں نیم حکیم کو خطرۂ جان کہا گیا ہے مستغیث (جو کہ نیم مُلاں ہے) خطرۂ ایمان ہے" (فیصلہ مجسٹریٹ درجہ اوّل لدھیانہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۱۱ء۔ منقول از رسالہ تردید کتاب کلمہ فضل رحمانی)

اب انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے کہ کیا ایسے شخص کی روایت اور ایسی کتاب کی سند پر اعتراض درست ہو سکتا ہے اور جبکہ وہ روایت بھی بلا ثبوت ہو؟

جواب (۲) بفرضِ محال اگر اس وضعی روایت کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا صاف منشاء یہ ہے کہ "غلام احمد قادیانی" یعنی ایسا شخص جو قادیان کی نسبت کے ساتھ مشہور ہو کوئی نہیں۔ اگر تم دنیا کے کسی بھی کونے میں "غلام احمد قادیانی" کا نام لوگے تو اس سے مشخص طور پر صرف ایک ہی وجود باجود مراد ہوگا اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہے۔ معترض پٹیالوی نے اپنے پیش کردہ نام کو "غلام احمد قریشی" لکھ کر ہمارے بیان کو اور بھی پختہ کر دیا۔

غرض اوّل تو بیان ہی پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہے لیکن اگر اسے درست بھی مان لیا جاوے تب بھی مستند نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ دعویٰ میں قطعاً قادح نہیں۔

امر ھفتم معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

" اگر ابجد کے حساب سے سند لی جانی درست ہے تو غلام قادیانی دجّال ہے اور آیت مندرجہ عنوان فصل ہذا کے فقرہ تنزل علی کل افاک اثیم کے بھی ۱۳۰۰ اعداد ہی ہوتے ہیں" (حاشیہ عشرہ صفحہ ۳)

الجواب۔ حساب ابجد سے سند لینا درست ہے، اولیاء اُمت سند لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

" گویند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تاریخ ظہور او در لفظ چراغ دین یافتہ و بحساب جمل عدد وے یکہزار و دو صد و شصت مے شود۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴)

شاہ ولی اللہ ایسے بزرگ نے حساب جمل (حساب ابجد) سے کام لیا اور امام موعود کے لیے لفظ "چراغ دین" کے اعداد میں پیشگوئی فرمائی۔ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ پس یہ تو طے شدہ ہے کہ حساب ابجد سے سند لینا درست ہے۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ کیا وجہ ہے کہ ہم معترض پٹیالوی کے مخترعہ بیان کو درخورِ التفات نہیں سمجھتے؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ ہر میدان کے شاہسوار ہوتے ہیں فلسفہ اور منطق سے استدلال درست ہے مگر ایک جاہل اگر قواعدِ منطقیہ کو استعمال کرنے کا دعویٰ کرے گا تو وہ شائستہ اعتناء نہ ہوگا اسے کہا جائے گا ؏

ایاز قدرِ خود بشناس

یہی حال تمام علوم و فنون کا ہے۔ حساب جمل تو درست ہے مگر اس کی اہلیت ہر کس و ناکس کو نہیں ہو سکتی۔ ہاں وہ لوگ جو تعلق باللہ رکھتے ہیں یہ اسرار و رموز ان پر کھولے جاتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے معانی تو ضرور ہیں۔ مفسرین کے ہاں الٓمٓ کے معنے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ مانے جاتے ہیں لیکن آریہ پنڈت کہا کرتے ہیں کہ کیوں اس کو آدم سے بگڑا ہوا نہ مانا جائے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ ان غوامض کو حل کرنے کے لئے قوّتِ قدسیہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح حساب جمل کے صحیح استعمال کے لئے روحانیت اور تعلق الٰہی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان مُنہ کے بل ٹھوکر کھاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ منکر پٹیالوی نے جو دو لفظ لکھے ہیں کیا ان میں ربط بھی ہے؟ پہلے لقب میں "غلام قادیانی" کا لفظ قابلِ غور ہے، کیا غلام کسی کا نام ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا یہ مرکّب اضافی ہے؟ پھر مرزا صاحب مراد کیسے

ہوئے؟ ہر دو صورتیں غلط ہیں۔ دوسرے حصہ میں تنزل کا فاعل مذکور نہیں لہذا وہ بھی جملہ ناتمام ہے۔ غرض یہ دونوں الفاظ بے موقع ہیں اور ان سے اعداد نکالنا محض ایجادِ گندہ ہے وبس۔

حضرت مرزا صاحبؑ نے حسابِ جمل سے بعض استدلال فرمائے مگر کب؟ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ بعض اسرار اعداد حروفِ تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶)

کیا تم میں کوئی ہے جو الہامِ ربانی اور تعلیمِ الٰہی کے دعویٰ پر حروفِ تہجی سے سند لے؟ جا اے حق کے دشمن! اپنے مرشد قاضی لدھیانوی سے دریافت کر کہ اس نے یہ ناپاک کلمات الہامی طور پر لکھے ہیں یا محض اختراعِ نفسی کا نتیجہ ہیں؟ تم لوگوں میں ایک لکھوکے والا الہام کا دعویٰ کر کے میدان میں آیا تھا مگر جانتے ہو اس کا کیا حشر ہوا؟ خدا کے جری نے سچ فرمایا ہے ؎

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

اب ہم تمام ضمنی امور کے جواب سے فارغ ہو کر دوسرے اعتراض کا جواب لکھتے ہیں وباللہ التوفیق۔

چونکہ ہم نے بفضلِ ایزد تعالیٰ فیصلہ کیا ہے کہ عشرہ کاملہ کے مصنف کے غرور اور تعلّی کا سر کچلنے کے لئے ہر چھوٹے بڑے اعتراض کا جواب دیں گے اسلئے ذرا طول ہو گیا ہے آئندہ انشاء اللہ حتی الامکان اختصار مدنظر رہے گا۔

(۲) "زلزلۃ الساعۃ" پر اعتراض کا جواب

مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک بھاری زلزلہ پنجاب میں آیا اس سے تیسرے دن مرزا صاحب نے الہام مندرجہ عنوان (زلزلۃ الساعۃ) ہونا ظاہر کیا۔۔۔۔ الہام کے الفاظ اور مرزا صاحب کی تفہیم سے یہ قیامت خیز

زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں آنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں ۔۔۔۔ "ضروری ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ہی ظہور میں آ جائے" (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۹۳)
اِس کتاب کے اور بھی کئی مقامات پر زلزلہ کا آنا ضروری بتایا ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کی حیات میں کوئی زلزلہ ایسا نہیں آیا لہٰذا یہ پیشگوئی اور الہام قطعاً غلط ثابت ہوئے۔" (عشرہ ص۲۹-۳۰)

الجواب۔ آہ وہ دل کیا ہی سخت ہیں جنہوں نے ہزارہا نشانات کو دیکھا اور کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ (یوسف ع۱۲) کہ میں نے ان کی خاطر آسمانوں میں نشانات ظاہر کئے اور زمین نے اُن کے لیئے گواہی دی مگر وہ منحرف ہی رہے۔"
ہاں ان کا شیوہ صرف یہ ہے وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل ع۱۴) کہ جب مشیتِ ایزدی کے ماتحت کوئی نشان ان کی حسبِ منشاء پورا نہیں ہوتا تو وہ شور مچا دیتے ہیں کہ یہ مدعیِ رسالت مفتری اور کاذب ہے۔ گویا ان نشانات سے بھی کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے جن کو وہ بھی پورا شدہ مانتے ہیں۔

بعینہٖ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکذّبین کا ہے۔ ابھی دیکھئے کہ منکر پٹیالوی کو مسلّم ہے کہ:-

"۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک بھاری زلزلہ پنجاب میں آیا"

لیکن اس عظیم الشان نشان سے اُس نے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا حالانکہ یہ زلزلہ بجائے خود ایک زبردست دلیلِ صداقت تھا۔ مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں نے زلزلہ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جو اخبار الحکم اور البدر میں چھپ گئی تھی کہ ایک سخت زلزلہ آنے والا ہے جو بعض حصّہ پنجاب میں ایک سخت تباہی کا موجب ہوگا اور پیشگوئی کی تمام عبارت یہ ہے۔ زلزلہ کا دھکّا۔ عفت الدیار محلّھا و مقامھا۔ چنانچہ وہ پیشگوئی ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو پوری ہوئی۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۲۱)

افسوس کہ معترض نے اِس کھلے نشان سے اعراض کیا اور ایک بے بنیاد اعتراض پیش

کر دیا۔ اس کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ " قیامت خیز زلزلہ" مرزا صاحب کی زندگی میں آنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ حضورؑ نے ضمیمہ براہین احمدیہ ص۹۲ میں اسے اپنی زندگی میں ہی ضروری بتایا ہے۔ اس کے جواب میں

اول یاد رکھنا چاہیئے کہ " قیامت خیز زلزلہ" کے متعلق حضرت اقدسؑ نے اپنا الہام ذکر فرما کر بتا دیا ہے کہ وہ معرض تاخیر میں پڑ گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تحریر فرماتے ہیں :-

"میں نے دُعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے اس دُعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ربّ اخّر وقت ھذا۔ اخّرہ اللّٰہ الی وقت مسمّیً۔ یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی دُور وقت پر ڈال دیا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۰۱ حاشیہ)

گویا حضورؑ نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے الہام " اخّرہ اللّٰہ الی وقت مسمّیً" کے ذریعہ " زندگی" والی قید کو اُڑا دیا۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کی شرط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا لیکن الہام الٰہی نے وضاحت کر دی کہ وہ زلزلہ نمونہ قیامت تاخیر میں پڑ گیا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر صریح الفاظ میں مذکور ہے کہ وہ " قیامت خیز زلزلہ" حضرتؑ کی زندگی میں نہ آئے گا۔ الہامی دُعا ہے رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ کہ اے خدا! مجھ کو قیامت خیز زلزلہ نہ دکھا۔ (ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۰۶ء)

پس جب الہام کے الفاظ میں زندگی کی قید نہیں تھی بلکہ اس کی تردید تھی تو پھر معترض کا یہ کہنا کہ " چونکہ مرزا صاحب کی حیات میں کوئی زلزلہ ایسا نہیں آیا الخ" خود بخود باطل ہو گیا۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف زلازل اور نشانات کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں جو سب اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ حضورؑ اپنے الہام " چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار" کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"اس وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئیں گے"۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۳ حاشیہ)

اور ان زلزلوں میں سے ایک زلزلہ کے متعلق حسب ذیل الہام ہوئے :۔
(۱) "تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۔ ترجمہ :۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔
یعنی ایک زلزلہ آیا، اس کے بعد ایک اور آنے والا ہے۔"
(۲) "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" (ریویو آف ریلیجز بابت ماہ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۵۳)

یعنی ایک زلزلہ موسم بہار میں آئے گا۔ اپنی حقیقت کے لحاظ سے تو ہر زلزلہ "زلزلۃ الساعۃ" ہی ہے کیونکہ وہ اپنے اندر ایک نمونہ قیامت کا رکھتا ہے بنا بریں حضرت کے الہام میں بعض دوسرے زلزلوں کو بھی زلزلۃ الساعۃ کہا گیا ہے مگر خصوصیت سے آخری زلزلہ ہیبت ناک اور پُرخطر ہونے والا تھا۔ اس لئے اس کے متعلق خاص زور دیا گیا ہے۔ اور درحقیقت جس زلزلہ کو حضرت اقدس نے ضمیمہ براہین صفحہ ۹۲ میں اپنی زندگی کے ساتھ مشروط فرمایا ہے وہ وہی زلزلہ ہے جس کے لئے موسم بہار کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور صفحہ ۹۲ کے فقرہ "ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے" پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ کا الہام ایک یہ بھی ہے پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے۔ اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا۔" (حاشیہ صفحہ ۹۲ ضمیمہ براہین حصہ پنجم)

مختصر یوں کہ موسم بہار والا زلزلہ حضور کی زندگی میں آنا ضروری تھا نہ کہ "زلزلہ قیامت" اور وہ آگیا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں نے پھر ایک پیشگوئی کی تھی کہ اس زلزلہ (۴ر اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ) کے بعد بہار کے دنوں میں پھر ایک اور زلزلہ آئے گا۔ اس الہامی پیشگوئی کی ایک عبارت یہ تھی۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چنانچہ ۲۸ر فروری ۱۹۰۶ء کو وہ زلزلہ آیا اور کوہستانی جگہوں میں بہت سا نقصان جانوں اور مالوں کے تلف ہونے سے ہوا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۱)

نہایت واضح بات ہے کہ جس زلزلہ کو حضورؐ نے اپنی زندگی میں ضروری بتایا تھا وہ درحقیقت موسم بہار والا زلزلہ تھا جو حضورؑ کی زندگی میں آگیا۔ فاندفع الاشکال بحمدا فیرہ۔

نبی اجتہادی غلطی کرسکتا ہے

ہم نے پیشگوئیوں کے متعلق چند ضروری اصول فصل دہم کے آغاز میں ذکر کئے ہیں۔ اس جگہ صرف اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض دفعہ پیشگوئی کے وقت یا مقام کی تعیین میں (جبکہ تعیین الہام کے الفاظ میں موجود نہ ہو) غلطی ممکن ہے۔ انبیاءؑ کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بناء پر قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لیکر حج بیت اللہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے مگر واقعات نے بتایا کہ وقت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ وہ رؤیا اس سال کے لئے نہ تھی (مفصل دیکھو صحیح البخاری باب صلح الحدیبیۃ)

ایسا ہی ایک حدیث میں آیا ہے رسول مقبولؐ نے فرمایا:۔

رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْھَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ (بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ)

کہ میں نے رؤیا میں اپنی ہجرت گاہ کھجوروں والی زمین دیکھی۔ میرا خیال تھا کہ میں یمامہ یا ہجر شہر کی طرف ہجرت کروں گا مگر وہ ہجرت گاہ مدینہ ثابت ہوئی۔"

ناظرین کرام! ہر دو واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جن کا انکار ناممکن ہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ وقت اور مقام کی تعیین میں خطا واقع ہوئی مگر اس غلطی کا الہام ذمہ وار نہیں بلکہ یہ محض اجتہادی غلطی ہے جسے "اہلسنت والجماعت" بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

اِنَّ النَّبِیَّ صلعم قَدْ یَجْتَھِدُ فَیَکُوْنُ خَطَأً کَمَا ذَکَرَہُ الْاُصُوْلِیُّوْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشَاوِرُ الصَّحَابَۃَ فِیْمَا لَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ وَھُمْ یُرَاجِعُوْنَہٗ فِیْ ذَالِکَ ...... وَفِی الْحَدِیْثِ مَاحَدَّثْتُکُمْ عَنِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ فَھُوَحَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِیْہِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِیْ فَاِنَّمَا اَنَا

بَشَرٌ يُخطِئُ وَ يُصِيبُ ذَكَرَهُ القَاضِي عِيَاضُ (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی ص۲۹۲)

کہ نبی کریمؐ جب اجتہاد کرتے تھے تو وہ کبھی خطا بھی ہوتا تھا جیساکہ اصولیوں نے ذکر کیا حضورؐ ان امور میں صحابہ سے مشورہ فرماتے جن میں وحی نازل نہ ہوتی۔ حدیث میں حضورؐ نے خود فرمایا ہے کہ اے لوگو! جو وحی میں خدا کی طرف سے بتاؤں وہ بلاریب درست ہو گی۔ ہاں جو میں وحی کے متعلق اجتہاد کروں تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ میں بشر ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور درست اجتہاد بھی کرتا ہوں۔"

اس حقیقت کے پیش نظر اگر ہمارے مخالفین کو کسی جگہ یہ خیال گزرے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے "قیامت خیز زلزلہ" (سب سے آخری اور بڑے زلزلہ) کے وقوع کو اپنی زندگی سے ہی مقید فرمایا ہے تو الہامات کی روشنی میں وہ حضورؑ کا اپنا اجتہاد قرار پائیگا وبس۔

زلزلۃ السّاعۃ کب آیا؟ اور اس کی حقیقت

ہم بتا چکے ہیں کہ "زلزلۃ السّاعۃ" کیلئے زندگی کی قید الہامی عبارت سے ثابت نہیں اور حضرت نے جس زلزلہ کے لئے زندگی کی قید لگائی تھی وہ موسم بہار کا زلزلہ تھا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو واقع ہوگیا۔ اس کے متعلق ہم خود حضرت مسیح موعودؑ کے حوالجات پیش کر چکے ہیں۔ اگرچہ مندرجہ بالا بیان نے عشرہ کاملہ کا اعتراض غلط ثابت ہوگیا ہے لیکن تاہم "زلزلۃ الساعۃ" والی پیشگوئی پر مختصر روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

زلزلہ کے معنی

یاد رہے کہ عربی زبان میں لفظ "زلزلہ" کے معنی خوفناک طور پر حرکت کے ہیں۔ علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں:۔

"الزلزلۃ لغۃً الحرکۃ العظیمۃ والازعاج الشدید۔"

(مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۶۵)

کہ از روئے لغت اصل میں زلزلہ حرکت عظیمہ کو کہتے ہیں۔ اور پھر اس کے ماتحت زلزلہ کے معنی ہر لغت میں دو بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل زمین کا ہلنا۔ دوم خطرناک اور لرزا دینے والی مصیبت۔ المنجد میں "الزلزلۃ" کے ماتحت لکھا ہے:۔

ارتجاف الارض واھتزازھا (زمین کا ہلنا)۔ الشدۃ الشدید والاھوال

(مصائب و آفات)

قرآن مجید نے جنگِ احزاب کو زلزلہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق فرمایا۔ ھُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا" (احزاب ع) کہ اس وقت ان پر خوفناک زلزلہ آیا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں:۔

"معنی زلزلوا حرکوا بالخوف تحریکاً شدیداً" بلیغاً (فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۵۰)

یعنی صحابہؓ پر زلزلہ آنے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کو سخت خوف کے ساتھ آزمایا گیا گویا ان کو ہلا دیا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک زلزلہ کے معنی

(الف) حضورؑ عام اصول کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہاں میں جیسا کہ میرا مذہب ہے بار بار یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ پیشگوئیوں میں قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ ضرور ان کا ایک ہی خاص پہلو پر ظہور ہوگا۔ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ علیم و حکیم کوئی دوسرا پہلو اُن کے ظہور کے لئے اختیار کرے جس میں وہی عظمت اور قوت اور ہولناک صورت پائی جائے۔ جس پر پیشگوئی دلالت کرتی ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۹)

(ب) زلزلہ سے زمین کا ہلنا مراد لیکر تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ تو ہمارا اجتہاد ہے اور بعد اس کے خدا تعالیٰ کے اسرارِ مخفی کو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ممکن ہے کہ آگے چل کر وہ اس سے زیادہ ہم پر کھول دے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (ضمیمہ براہین صفحہ ۹۹)

(ج) "اغلب طور پر زلزلہ کے لفظ سے مراد زلزلہ ہی ہے مگر ممکن ہے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق ان الفاظ سے کوئی اور ایسی شدید اور خارق عادت اور سخت تباہی ڈالنے والی آفت مراد ہو جو زلزلہ کا رنگ اور خاصیت اپنے اندر رکھتی ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی اکثر پائے جاتے ہیں۔" (ضمیمہ براہین صفحہ ۹۶)

(د) "ظنِ غالب کے طور پر زلزلہ سے مراد ہماری پیشگوئیوں میں زلزلہ ہی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو ایسی خارق عادت آفت مراد ہے جو زلزلہ سے شدید

مناسبت رکھتی ہو اور پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اس کے اندر موجود ہو"
(صفحہ مذکور)

نوٹ۔ قرآن مجید نے جنگ کو "شدید مناسبت" کی وجہ سے ہی زلزلہ قرار دیا ہے بلکہ ایک جگہ جنگ کا آخری نتیجہ اِن الفاظ میں مذکور ہے :-

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ (النمل ع۳)

گویا وہ معنوی زلزلہ ہوتا ہے۔

(ذ) پھر حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اِس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے" (براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰ حاشیہ)

اِن حوالجات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اِس پیشگوئی میں زلزلہ سے مراد زلزلہ ہی نہیں بلکہ کوئی اور خوفناک اور شدید آفت مراد ہے۔ واقعات نے بتا دیا کہ وہ عظیم الشان زلزلہ اور قیامت خیز زلزلہ[1] ہفت سالہ جنگ یورپ تھی جو ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی اور سات سال تک لاکھوں نفوس کو کھاتی رہی۔ شہر ویران ہو گئے۔ آبادیاں کھنڈرات بن گئیں، بے شمار انسان بے خانماں اور بے وطن ہو گئے، لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔ غرض ایک ہیبت ناک اور پُر رعب واقعہ ہے جو دُنیا کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ہاں اِس واقعہ کی شان بہت ہی بلند ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسی جنگ کے نتیجہ میں روس کی عظیم الشان طاقت پارہ پارہ ہو گئی اور زارِ روس نہایت ہی ابتر اور زار حالت میں قتل کر دیا گیا، اس کی بیٹیوں کے ساتھ اس کے سامنے نہایت شرمناک افعال کا ارتکاب کیا گیا اور نہایت ہی اذیت کے ساتھ اس خاندان کا خاتمہ ہُوا۔

اہلِ دُنیا نے جب پہلی مرتبہ اِس لرزا دینے والی اور کپکپا دینے والی داستان کو

---

[1] انگریزی اور اُردو اخبارات بالاتفاق اعلان کر چکے ہیں کہ تاریخِ دنیا میں یہ جنگ اپنی نظیر آپ ہے تمام مدبّر اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مؤلف

پڑھا اور انہیں بتایا گیا کہ قادیان کی چھوٹی سی بستی کے ایک کس مپرس انسان نے (خدا کے اس پر ہزاروں ہزار درود و سلام ہوں) کئی سال قبل فرمایا تھا ع

زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

تب وہ وقت آگیا کہ ہزاروں اندھے سوجاکھے ہوگئے، ہزاروں بہروں نے سُننا شروع کیا بے شمار گونگے قوتِ گویائی سے بہرہ ور ہوگئے اور ہزاروں مُردوں کو ابدی زندگی بخشی گئی۔ فطوبیٰ لمن اٰمن وویلٌ لمن کفر۔

بالآخر ہم حضرت اقدس ؑ کے وہ اشعار درج کرتے ہیں جن میں آپ نے نہایت زبردست طور پر جنگِ یورپ کا نقشہ کھینچا ہے۔

حضور ؑ نے فرمایا ؎

اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب
اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے اِزار
یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی اُنہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اُڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہ وار
خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰)

لطیفہ حضرت اقدسؑ نے زلازل کی پیہم خبروں کے باعث اپریل ۱۹۰۵ء میں گورنمنٹ کو خط لکھا کہ :-

"وہ کوئی ایسی تجویز کرے جس سے گورنمنٹ کے حکام جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کریں۔"

اس پر معترض پٹیالوی تمسخر کرتا ہے کہ رعایا کا فکر نہیں نیز یہ بھی پتہ نہیں کہ نومبر، دسمبر، جنوری سخت سردی کے مہینے ہیں اور گورنمنٹ کے دفاتر ان دنوں میں پہاڑ پر نہیں رہتے۔ (صفحہ ۴۰)

سچ ہے ؏ اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سُوجھی

نادان! اگر رعایا کا فکر نہ ہوتا تو اس کی بکثرت اشاعت کیوں کی جاتی؟ کیا تُو نے خود اپنے قلم سے اسی ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۰۵ء کے حوالہ سے یہ الفاظ نہیں لکھے کہ "خدا کے حکم سے یہ پیشگوئی کروڑوں انسانوں میں شایع کی جا چکی ہے۔"

کسی نے خوب کہا ہے ؏ دروغگو را حافظہ نباشد

سردی میں دفاتر نہ رہنے کی بھی ایک ہی کہی۔ بے شک عارضی دفاتر اپنے مقام

پر آجاتے ہیں مگر کیا مستقل دفاتر بھی سخت سردی سے ڈر کر میدانوں میں آجاتے ہیں؟
کیا اس واقفیت پر اس قدر شیخی! نیز یہ بھی تو یاد رہے کہ جنوری ۱۹۰۶ء تک تو
انتہائے غایت ہے جس کا آغاز اپریل ۱۹۰۵ء سے ہے سارا عرصہ مراد ہے جس میں سارا
موسم گرما شامل ہے فلا اعتراض۔

(۳) دشمن کی ہلاکت

تیسرے نمبر پر معترض نے الہام "میرا دشمن ہلاک ہوگیا" (الہام ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء) پیش کیا ہے اور
پھر لکھا ہے کہ:۔

"یہ بھی بالکل غلط نکلا کیونکہ ان ایام میں مرزا جی کے بڑے دشمن ڈاکٹر
عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ صاحبان تھے۔" (عشرہ ص۲۷)

گویا ان دو میں سے کسی ایک کے نہ مرنے کے باعث الہام غلط قرار پایا۔ ع

برایں عقل و دانش بباید گریست

کیا مرزا صاحبؑ کے صرف یہی دشمن تھے؟

اے دشمن صداقت دیکھ اور پڑھ۔ حضرت فرماتے ہیں:۔

"یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جس میں پیش از وقت بتلایا گیا تھا کہ بابو
الٰہی بخش صاحب طاعون سے فوت ہوں گے" (تفصیل کے لئے دیکھو تتمہ
حقیقۃ الوحی ص۱۳۵)

مندرجہ بالا الہام ۲۸ مارچ کو ہوتا ہے جس میں بطور پیشگوئی بتلایا گیا تھا کہ عنقریب
وہ دشمن ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں عادت اللہ اسی طرح ہے کہ ہونے والی
بات کو ماضی کے صیغہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ
وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا (احزاب ع۳) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (بقرہ ع۷)

کس قدر چمکتا ہوا نشان ہے کہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء کو الہام ہوتا ہے اور
۷ اپریل ۱۹۰۷ء کو الٰہی بخش جو اپنے آپ کو موسیٰ قرار دیتا تھا طاعون سے ہلاک
ہو جاتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۲) اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَار۔

(۴) ریاست کابل میں پچاسی ہزار آدمیوں کی موت

(۴) "ریاست کابل میں

پچاسی ہزار آدمی مریں گے"

اس الہام کو نقل کرکے معترض لکھتا ہے:۔

"عجیب گول مول الہام ہے جو اب تک تو غلط ثابت ہوا ہے"

(عشرہ صہ۱)

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا:۔

"ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے۔" (البشریٰ جلد ۲ صہ۱۲۶)

"اب تک غلط" کا مطلب یہ ہے کہ معترض پٹیالوی اس ہلاکت خیز واقعہ کے لئے جلدی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

(عنکبوت ع۶)

ترجمہ۔ اے رسول! کفار تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں اور اگر مقررہ وقت نہ ہوتا تو کبھی کا عذاب آگیا ہوتا۔ وہ ان کے پاس اچانک آئے گا اور یہ اس کا اندازہ نہیں کرسکیں گے۔

اس آیت میں جس "جلد بازی" کو کفار سے منسوب کیا گیا ہے بعینہٖ وہی معترض پٹیالوی میں نظر آرہی ہے۔ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ۔ بندۂ خدا! کیا اس کے لئے کوئی ایک دو سال کی میعاد مقرر تھی جو تو اس الہام کو "غلط" اور "محض جھوٹ" لکھ رہا ہے۔ اگر یہ طریق درست ہے تو کیا ایک عیسائی اور آریہ آپ کے عقیدہ کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ قیامت کے متعلق قرآن مجید کی پیشگوئی اور الہام "ابھی تک تو غلط ثابت ہوا ہے"؟ یا کم از کم اگر وہ یہ کہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسیح موعود" کی آمد کا الہام سنایا اور وہ "اب تک غلط ثابت ہوا"۔ کیونکہ غیر احمدیوں کے نزدیک کوئی مسیح موعود نہیں آیا، تو آپ اسے حق بجانب مانیں گے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ ہر پیشگوئی کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کے ظہور سے قبل دشمن اسے "گول مول" ہی کہا کرتا ہے۔ کیا وعدہ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ کو ظہور سے پہلے "گول مول" نہ سمجھا گیا؟ پھر کیا فتح مکہ کی پیشگوئی کے لئے بار بار تعیین وقت کا مطالبہ نہ ہوا؟ مگر ہمیشہ معین وقت علم الٰہی کی طرف منسوب کیا گیا۔ تاہم اہل کی جلد بازی سے نہ پہلے مومن گھبرائے اور نہ اب ایسی قسم کا خدشہ پیدا ہوسکتا ہے۔ پس یہ اعتراض سراسر

باطل ہے۔

غیرتِ خداوندی

ناظرین! معترض نے جنوری ۱۹۲۷ء میں عشرہ کاملہ کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا جو اس وقت ہمارے زیرِ نظر ہے۔ اور ۱۹۲۸ء میں سرزمینِ کابل پر خوفناک تباہی آئی جس سے "قریب پچاسی ہزار کے آدمی مر گئے"۔ ہماری مراد وہ محشر خیز ہنگامہ ہے جو امان اللہ خان اور بچہ سقہ کی چپقلش سے برپا ہوا۔ جس میں ہزاروں آدمی کھیت رہے۔ بالآخر نادر خان سریرِ مملکت پر قابض ہوا۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کا قاتل ظالم امیر اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا تھا! اور اب امان اللہ جس کے زمانہ میں ہمارے دو بھائی نہایت بے رحمی سے شہید کئے گئے نہایت ذلت سے ملک بدر ہوا۔ یہی وہ عذاب ہے جس کو قرآن مجید نے یُذِیْقُ بَعْضَکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیا منصف مزاج ناظرین اس عظیم الشان نشان سے فائدہ اٹھائیں گے؟

مولوی ثناء اللہ صاحب کی قادیان میں آمد کا جواب

(۵) مولوی ثناء اللہ امرتسری کے قادیان آنے کی بابت معترض پٹیالوی لکھتا ہے:-

"رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے کہ "وہ ہرگز قادیان نہیں آئیں گے" مگر مولوی صاحب نے ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ کر یہ پیشگوئی غلط ثابت کر دی۔" (عشرہ صفحہ ۱۲)

اس اعتراض کے جواب کے لئے میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ درج کرتا ہوں تا معترض پٹیالوی کی خیانت بھی ظاہر ہو جائے حضورؑ لکھتے ہیں:-

"واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔ (۱) قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔ (۲) اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔ (۳) اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ نیز مولوی ثناء اللہ کا رسالہ الہامات صفحہ ۱۱۵)

فی الحال نمبر ۲ و ۳ پر معترض نے گفتگو نہیں کی اور نہ ہو بھی کچھ نہیں سکتی کیونکہ دعوت مباہلہ کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے صاف انکار کر دیا تھا (دیکھو فصل دہم) اور اعجاز احمدی کی مثل لانے سے وہ بالکل عاجز رہ گئے تھے۔ فوضح الحق وبطل ما کانوا یعملون۔ ہاں معترض نے نمبر اوّل کے متعلق لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۰ رجنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان چلے گئے۔ اس نشان کے دو حصے ہیں۔ (الف) تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس نہیں آئیں گے۔ (ب) اپنی قلم سے سچی پیشگوئیوں کی تصدیق کرنا اُن کے لئے موت ہو گی۔

حصّہ (ب) کے متعلق بھی معترض خاموش ہے۔ باقی حصّہ (الف) میں بھی حضرتؑ نے لکھا ہے کہ "میرے پاس نہیں آئیں گے"۔ کیا مولوی ثناء اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس گئے؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو قادیان کے آدمیوں کے پاس گئے، اُن کے پاس ہی ٹھہرے حضرت اقدسؑ سے ملے تک نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں آئینہ حق نما صفحہ ۲۹۲ تا ۳۰۲)

علاوہ ازیں یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا پیشگوئی (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ مولوی ثناء اللہ کا محض قادیان آنا ناممکن ہے جیسا کہ ہر سمجھدار انسان پر ظاہر ہے بلکہ اصل حصّہ پیشگوئی شق الف میں بھی پیشگوئیوں کی پڑتال ہے اور مولوی ثناء اللہ نے اس طرف ذرہ بھی توجہ نہیں کی یعنی وہ طریق اختیار نہ کیا جو تحقیق حق کا طریق ہوتا ہے اور وہ کب اس طریق کو اختیار کر سکتے تھے جبکہ انکا خیال ہی یہ تھا کہ :-

"میرے وہاں پہنچتے ہی آپ کی پیشگوئی مندرجہ صفحہ ۳۷ اعجاز احمدی غلط ہو گئی تھی"[1] (رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۱۱۵ حاشیہ)

اسی کی تقلید میں معترض پٹیالوی نے لکھ دیا کہ ان کا قادیان جانا ہی پیشگوئی کو باطل کرتا ہے۔ ناظرین! پیشگوئی کے اصل الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر عیاری ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کے متعلق مشہور قصہ کی طرح آدھی

---

[1] ٹھیک اسی طرح چند نادان اور بے علم آدمیوں نے قرآن پاک کے بالمقابل چند غلط سلط عربی فقرات لکھ کر کہہ دیا کہ قرآن مجید کی بے نظیری کی تحدّی باطل ہو گئی۔ ارے مولانا! ذرا عقل کے ناخن لیجئے۔ (مؤلف)

عبارت کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہی خشیتِ خدا کا تقاضا ہے؟ ؎

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا:۔

"اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہوں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اگرچہ مَیں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجامِ آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ مَیں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ مگر مَیں ہمیشہ طالبِ حق کے شبہات دُور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ کر دیا ہے کہ مَیں طالبِ حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ چونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بےہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دُور ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اوّل یہ اقرار کریں کہ آپ منہاجِ نبوت سے باہر نہیں جائیں گے۔ الخ" (الہاماتِ مرزا مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا صفحہ ۱۱)

نہایت واضح بیان ہے مگر چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے زعم میں قادیان پہنچ جانا ہی کافی تھا اور اس کے خیال میں پیشگوئی کو جاہلوں کی نظر میں باطل بتلانے کے لئے یہی کافی تھا اس لئے نیز اپنی بزدلی و کمزوری کے باعث اس نے ہر طرح سے اس پیالہ کو ٹالا اور کسی طرح بھی پیشگوئیوں کی "پڑتال" کے لئے رضامند نہ ہوا اور خدا کا کلام کہ وہ پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہ آئے گا پوری آب و تاب سے پورا ہوا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو یہاں تک لکھا کہ:۔

"اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ

جا ویں" (الہامات مرزا ص۱۱)

مگر شیرِ قالین شیرِ نیستاں کے مقابلہ میں کہاں آسکتا تھا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

مکہ یا مدینہ میں مرنے کے الہام پر اعتراض کا جواب

(۹) "ہم مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں"

معترض اس الہام کو بحوالہ میگزین ۱۴ر جنوری ۱۹۰۶ء درج کر کے لکھتا ہے:

"یہ الہام بھی سراسر غلط ثابت ہوا۔ مرزا صاحب کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی ہوا بھی نصیب نہ ہوئی" (عشرہ ص۱۴)

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تشریح اسی جگہ حسب ذیل فرمائی ہے کہ اس کے

"ایک معنی یہ ہیں کہ ہمیں قبل از موت مکّی فتح نصیب ہو گی جو دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جاویں گے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ ہم کو قبل از موت مدنی فتح نصیب ہو گی کہ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جاویں گے۔"

(میگزین بابت جنوری ۱۹۰۶ء الہام ۱۴ر جنوری ۱۹۰۶ء)

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو وفات سے قبل اس قدر قبولیت عطا فرمائی جو دنیا میں بے نظیر قبولیت تھی۔ ہر رنگ کی مخالفت کے باوجود یہ قبولیت بجز انبیاء کے ناممکن ہے۔ نعم ما قال ؎

مَیں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر	کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی	میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا	اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

(نصرت الحق ص۱۱)

ناظرین! جب حضرت اقدسؑ نے مندرجہ بالا الہام کی خود تشریح فرمائی اور اُسی جگہ فرمائی جہاں سے معترض نے الہام نقل کیا ہے۔ تو پھر اس کو چھوڑ کر اعتراض کرنا کیا انصاف کا خون کرنا نہیں؟ افسوس معترض خود خیانت کی راہ سے تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ

کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور پھر اس کو الہام کا غلط ہونا بتلاتا ہے العجب ثم العجب۔

تردِ علیک انوار الشباب کا جواب

(۷) "تردّ علیک انوار الشباب" وغیرہ الہامات

اس الہام کو معترض نے درج کر کے لکھا ہے:۔

"اس الہام سے ٹھیک دو سال بعد چل بسے اور کوئی دینی خدمت ان سے ظاہر نہ ہوئی" (عشرہ صفحہ ۴۲)

اس الہام کا مقصد کیا تھا؟ دُور جانے کی ضرورت نہیں منشی محمد یعقوب صاحب نے خود حضرت مسیح موعودؑ کی فرمودہ تشریح درج کر دی ہے جس میں لکھا ہے کہ:۔

"میں نے اپنی اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے دعا کی تھی جس پر یہ الہام ہوا اس کے معنے خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطا فرمائے گا اور مجھے وہ قوتیں عطا کریگا جن سے میں خدمتِ دین کر سکوں۔" (عشرہ صفحہ ۴۲)

گویا معترض کی اپنی کتاب میں جو حوالہ درج ہے اس سے ثابت ہے کہ ان الہامات کے معنی صحتیاب ہونے کے ہیں اور صحت حضرت امّ المؤمنین اور حضور اقدسؑ کو حاصل ہو گئی۔ آپؑ اس کے بعد بقول معترض پٹیالوی دو برس زندہ رہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس عرصہ میں آپؑ نے متعدد ضخیم کتب چشمۂ معرفت، حقیقۃ الوحی اور رسالہ پیغام صلح وغیرہ تالیف فرمائیں۔ یہ چشم بدبیں کو "خدمتِ اسلام" نظر نہ آوے تو ع

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت امّ المؤمنین بفضلہٖ آج تک زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دیر تک ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین[1]

غرض اس اعتراض کا جواب معترض کی کتاب میں ہی موجود ہے۔ مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

خواتین مبارکہ والے اعتراض کا جواب

(۸) "خواتین مبارکہ اور اولاد"

---

[1] طبع دوم کے وقت آپ وفات پا چکی ہیں۔ تاریخ وفات ۲۰ راپریل ۱۹۵۲ء ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

"اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔" (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

اس الہام کے بعد نہ کوئی نکاح ہوا نہ خواتین مبارکہ یا نامبارکہ حاصل ہوئیں اور نہ اولاد ہوئی۔ محمدی بیگم والا نکاح شاید اس الہام کو صحیح کر دیتا مگر اللہ نے نہ چاہا کہ جھوٹے کو سچا کر دکھائے۔" (عشرہ صفحہ ۲۲)

اگر اشتہار کو ذرا غور سے پڑھا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ الہام کے الفاظ نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ ہیں جن میں حضورؑ اللہ تعالیٰ کے الہام کے مفہوم اور نتیجہ کو ذکر فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الہامات کے ذیل میں یہ مذکور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے وعدہ فرمایا کہ تیری نسل بہت ہوگی۔ چنانچہ خدا کے فضل سے وہ بابرگ و بار ہیں۔ معترض کا یہ فقرہ "اور نہ اولاد ہوئی" صریح جھوٹ اور کھلا افتراء ہے کیونکہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے بعد بشیر اوّل ۷ر اگست ۱۸۸۷ء کو، حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ) ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے اور صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے، صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب اور صاحبزادہ میرزا مبارک احمد صاحب آپؑ کے بعد پیدا ہوئے۔ نیز دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ ناظرین کرام! جو شخص اس قدر کھلا کھلا افتراء کر سکتا ہے کیا اس سے کچھ بعید ہے کہ وہ الفاظِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام سے تعبیر کرے۔ معترض نے جو لکھا ہے کہ اس الہام کے بعد کوئی نکاح نہ ہوا۔ یہ درست ہے اس اشتہار میں حضرت اقدسؑ نے محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی درج کی ہے اور فقرہ "بعض کو اس کے بعد پائے گا" میں محمدی بیگم کی طرف ہی اشارہ ہے لیکن جیسا کہ ہم محمدی بیگم والی پیشگوئی کے ماتحت مفصل بحث کریں گے انشاء اللہ (دیکھو فصل دہم) یہ نکاح بعض شرائط کے ساتھ وابستہ تھا اگرچہ اس شرط کا حضرتؑ کے اس فقرہ میں ذکر نہیں مگر آپؑ نے خود تحریر فرما دیا ہے مَا کَانَ الْھَامٌ فِی ھٰذِہِ الْمُقَدَّمَۃِ اِلَّا کَانَ مَعَہٗ شَرْطٌ کَمَا قَرَءْتَ عَلَیْکَ فِی التَّذْکِرَۃِ السَّابِقَۃِ (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳) کہ اس پیشگوئی کے ہر حصے میں شرط ہے۔ پس حضرت اُمّ المومنین صاحبہ (سیدہ نصرت جہان بیگم) کے بعد محمدی بیگم کا آپؑ کے نکاح میں آنا داماد احمد بیگ کی ہلاکت کے ساتھ

مشروط تھا لیکن جب ان لوگوں نے رجوع اور خوف سے عاجزانہ خطوط لکھے تو انکی موت کو مؤخر کر دیا گیا اور نکاح بوجہ نہ متحقق ہونے شرطِ ہلاکت کے واقع نہ ہوا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمایا ہے :-

" توبی توبی فان البلاء علی عقبك آگیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل جائیں گی اور احمد بیگ کی موت سے جو خوف ان پر چھا گیا اُس نے پیشگوئی کے ایک حصہ کو ٹال دیا ہے "

(بدر ۱۹۰۶ء صـ۴)

غرض جن بعض خواتین کا وعدہ تھا وہ مشروط تھا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ فلا اشکال۔

دوسری تشریح :- پہلی تشریح کو مانتے ہوئے واقعات کی روشنی میں خواتینِ مبارکہ کے آنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادوں کی بیویاں مراد ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ بشارت دی کہ میں تجھے صالح اور پاکیزہ اولاد دوں گا ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ان لڑکوں کی بیویاں بھی الطیّبٰتُ لِلطّیّبِیْنَ کے ماتحت خواتینِ مبارکہ ہوں گی اور خدا تعالیٰ اس نسل کو دُور تک پھیلائیگا۔ وقد ظہر صدق ھذا النبأ۔

الہام "نو دن کا بخار ٹوٹ گیا" پر اعتراض کا جواب

(۹) "نو دن کا بخار ٹوٹ گیا"

معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

" ڈائری ۲۷ اگست ۱۹۰۷ء صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بیہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اُن کی نسبت آج الہام ہوا " قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا " یعنی دعا قبول ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ میاں موصوف کو شفا دیوے " (میگزین ستمبر ۱۹۰۷ء) یہ لڑکا ۱۶ ستمبر کو صبح کے وقت فوت ہو گیا اسلئے صحت کا الہام غلط ہوا " (عشرہ صـ۴۲)

الجواب - الہام کے الفاظ میں نو دن کے بخار ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ مورخہ ۳ اگست ۱۹۰۷ء کو بخار بالکل ٹوٹ گیا اور صاحبزادہ موصوف سیر کرنے باغ چلے گئے۔ (ملاحظہ ہو اخبار

بدر ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

گویا الہام الٰہی میں بو نذکور تھا پورا ہوگیا۔ معترض نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ ۱۶ ستمبر کو مبارک احمد فوت ہوگیا لہذا الہام غلط نکلا۔ حالانکہ جس طرح نو دن کے بعد عین نویں دن بخار کا ٹوٹنا حضرت کے الہام کی کھلی تصدیق ہے اسی طرح مبارک احمد کی چھوٹی عمر کی وفات بھی آپ کی صداقت پر زبردست دلیل ہے کیونکہ آپ نے قبل از یں اسی بچے کے متعلق شائع فرمایا تھا :۔

(الف) "جب یہ (مبارک احمد) پیدا ہونے کو تھا تو یہ الہام ہوا۔ انی اسقط من اللہ و اصیبہ یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف جاؤں گا۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یا یہ کہ **جلد فوت ہوجائے گا**۔ اس بات کا علم خدا تعالےٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے"

(تریاق القلوب صن۳ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(ب) جس طرح بخار کے ٹوٹنے کا الہام ہوا تھا اسی طرح دوسرے مرض کے پیدا ہوجانے پر ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء کو حضرت کو الہام ہوا :۔

لَا عِلَاجُ وَلَا يُحْفَظُ

کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دو دن کے بعد مبارک احمد کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(ج) عام طور پر اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ :۔

"میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے **کم عمری میں فوت بھی ہوں گے**" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

پس صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے اور ان کے بخار کا ٹوٹنا بھی سچائی کا نشان۔ اے کاش کہ ہمارے مخالفین کو بصیرت والی آنکھ دی جاتی۔ ؎

اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

شبیہ مُبارک احمدؐ کون ہے؟

(۱۰) "ینزل منزل المبارک"

معترض پٹیالوی نے دسویں نمبر پر شبیہ مبارک احمد والی پیشگوئی پر اعتراض کیا ہے۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"آپ کے لڑکا ہوا ہے۔ ینزل منزل المبارک (میگزین ۲۱ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)
ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا (اشتہار تبصرہ ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء)
ان الہامات کے بعد کوئی لڑکا نہ ہوا اور مرزا صاحب چل دئے اس لیے یہ دونوں الہام بھی غلط ثابت ہوئے"۔ (عشرہ صفحہ ۲۲)

جواب اوّل ۔ معترض نے فقرہ "آپ کے لڑکا ہوا ہے" پر اعتراض کی بنیاد رکھی ہے حالانکہ اس کے ساتھ ہی لکھا ہے "یعنی آئندہ کسی وقت لڑکا پیدا ہوگا"۔ (اخبار بدر ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۷ء) لیکن معترض نے نصف لے لیا اور نصف عبارت چھوڑ دی۔ نیز اس کے بعد کے چند الہامات کو چھوڑ کر آگے "ینزل منزل المبارک" سے ملا دیا ہے۔ سو ہمارا پہلا جواب تو یہی ہے کہ آپ نے اس اعتراض میں دھوکا دیا ہے یعنی مکمّل عبارت درج نہیں کی۔

جواب دوم ۔ حضرتؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کی بشارت دی ہے لیکن ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ وہ تیری ہی صلب سے اور تیری ہی زندگی میں ہوگا۔ ہاں مطلق لفظ بشارت اس امر کا مقتضی نہیں کہ وہ بچہ آپؑ کی صلب سے اور آپؑ کی حیات میں ہی پیدا ہو۔ ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید میں حضرت سارہؓ کے متعلق فرمایا:۔

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ۔ (ہود ع)

کہ ہم نے اس کو اسحاقؑ کی بشارت دی اور اس کے بعد یعقوبؑ کی۔

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہؓ کو یعقوبؑ کی بشارت دی ہے حالانکہ وہ ان کا پوتا تھا جو حضرت اسحاقؑ کی نسل میں سے ہونے والا تھا۔ پس لفظ بشارت صلبی بیٹے کو مستلزم نہیں۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں ایک بھی لفظ نہیں جس میں لکھا ہو کہ وہ لڑکا آپ کی صلب سے ہی ہوگا لہذا اعتراض باطل ہے۔

اگر کوئی شخص شبیہ مبارک احمد کے صلبی ہونے پر ہی اصرار کرے تو اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ بنزول منزل المبارک میں صرف اتنا ذکر ہے کہ ایک لڑکا مبارک احمد کا قائم مقام ہوگا یعنی جو صفات علیا مبارک احمد کے متعلق تھے اللہ تعالیٰ ان کا وارث کسی دوسرے صاحبزادے کو کر دے گا اور وہ اپنی خوبیوں کے علاوہ صاحبزادہ مبارک احمد کا بھی ہمرنگ ہوگا اور وہ وہی لڑکا ہے جس کے متعلق فرمایا ہے ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا　　جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا　　دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

(درثمین اردو)

جواب سوم شبیہ مبارک احمد کے متعلق ضروری تھا کہ وہ حضرتؑ کی اپنی صلب سے نہ ہو کیونکہ یہ الہام الٰہی کے خلاف تھا۔ صاحبزادہ مبارک احمد کی پیدائش پر جو الہام ہوا اس میں لکھا ہے :۔

اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ ۔ کَفٰی ھٰذَا (وحی ۱۴ رجون ۱۸۹۹ء مندرجہ الحکم ۳۰ رجون ۱۸۹۹ء والبشریٰ جلد ۲ صفحہ)

پہلے فقرہ میں مبارک احمد کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آتا ہوں اور اسی کی طرف جاؤں گا اور دوسرے فقرہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اب نرینہ اولاد کافی ہوگئی ہے یعنی آئندہ کوئی لڑکا آپؑ کے گھر نہ ہوگا۔ گویا صاف کھل گیا کہ شبیہ مبارک احمد آپؑ کے صلب سے نہ ہوگا بلکہ وہ آپ کا پوتا ہوگا۔ اے منکرین! سنو اور گوش ہوش سے سنو کہ مبارک احمد کا قائم مقام اور شبیہ ۱۶ر نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہونے والا مولود مسعود ہے جس کا نام صاحبزادہ ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ ہے اور حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا فرزند ارجمند ہے۔ کیا کوئی ہے جو ایمان لائے؟ ممکن ہے کہ اس جگہ تاریکی کے فرزند پکار اٹھیں کہ وہ موعود تو مرزا صاحب کی صلب سے ہونا چاہئے تھا۔ سو اول تو کہیں ایسا لکھا نہیں کہ وہ مرزا صاحبؑ کی زندگی میں اور آپؑ کے نطفہ سے ہوگا۔ دوم شرعاً پوتا بھی بیٹے ہی کے سے حقوق رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ اسی حصہ میراث کا وارث ہوتا ہے جس کا بیٹا ہوتا ہے اور قرآن مجید نے اس کو الگ بیان نہیں کیا۔ اسی لئے کتب الفرائض میں ہے ولد الابن حکم الابن یعنی پوتے کے لئے بیٹے ہی کا حکم ہے۔ سوم پیشگوئیوں میں

بسا اوقات باپ کے متعلق کوئی حکم یا پیشگوئی ہوتی ہے تو وہ بیٹے پر پوری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ تو مشہور ہی کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کے ہاتھ میں جنّت کا خوشہ دیکھا حالانکہ اس سے مراد عکرمہ ابن ابی جہل تھا۔ نیز تاریخ الخمیس جلد ۲ صد ۱۱۱ پر لکھا ہے۔ قال السهيل قال اهل التعبير رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام اسيد بن ابي العيص واليا على مكة مسلماً فمات على الكفر وكانت الرؤيا لولده عتاب۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں اسید کو مسلمان ہونے کی حالت میں مکّہ کا افسر اور حاکم دیکھا اور نبی کی رؤیا وحی ہوتی ہے۔ (دیکھو بخاری جلد اصہ ۲۷ مصری) لیکن وہ کفر کی ہی حالت میں مرگیا اور اس سے مراد اس کا بیٹا عتاب تھا۔ مومن کہلانے والو! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں اسید سے مراد عتاب ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی وحی میں آپ سے آپ کا بیٹا مراد نہیں ہو سکتا۔ هل فيكم رجل رشيد؟

اور سن لیجئے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُوْتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا۔ (بخاری جلد ۲ صد ۱۱۱ مصری) کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم تو رحلت فرما گئے اب ان خزانوں کو تم (اے صحابہ کرام!) جمع کرتے ہو"۔ دیکھو نبی کریمؐ نے اپنے ہاتھ میں خزانے دیئے جانے فرمائے تھے مگر وہ دیئے گئے صحابہؓ کو۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضرت عمرؓ یا دیگر صحابہؓ ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے آپؑ کے موعود صاحبزادوں میں سے سب سے بڑے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ مراد نہ ہو سکیں؟ ؏

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے!

"گول مول الہامات" کی حقیقت

اب ہم بفضلہ تعالیٰ اُن تمام اعتراضات کے جواب لکھ چکے ہیں جو معترض پٹیالوی نے نمبروار فصل سوم میں کئے تھے۔ ہاں اس فصل کے اخیر پر معترض نے اپنی کم فہمی کی بنا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:-

"بہت سے الہام فٹ بال کی طرح گول مول ہوتے تھے جن کا سر نہ پیر۔
جہاں چاہو چسپاں کر لو اور جو چاہو معنی لگا لو۔"
افسوس کہ معترض پٹیالوی بالکل یہود کے نقش قدم پر چل رہا ہے حضرت شعیبؑ کے منکرین نے کہا تھا:۔
"یَا شُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔ (ہود ع)
کہ اے شعیب! تیری باتیں بے سر و پا قصے ہیں جن کو ہم سمجھ بھی نہیں سکتے۔"
ناپاک یہود نے بھی قُلُوْبُنَا غُلْفٌ میں یہی طنز کی تھی۔ اس وقت جو جواب ذات باری نے دیا تھا وہی جواب ہمارا ہے یعنی:۔
بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِکُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا (نساء ع۲۲)
کہ الہامات کا قصور نہیں تمہارے اعمالِ بد نے تمہارے دل کو سیاہ کر رکھا ہے اور اب ان میں سمجھنے کی طاقت نہیں۔

الزامی جواب قرآن مجید بلا ریب خدا تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے اور تا قیامت مکمل شریعت ہے مگر جانتے ہو کہ تمہارا یہی اعتراض "گول مول الہامات" کا قرآن پاک پر تمہارے جیسے مکذبینِ انبیاء پہلے بھی کہتے آئے ہیں۔ ان اعتراضات کو اس جگہ نقل کرنے کی گنجائش نہیں لیکن کون ہے جو اس امر کا انکار کر سکے کہ بیسیوں آیات کی تعیین میں خود مفسرین میں زمین و آسمان کا اختلاف ہے۔ اگر امام رازی ایک آیت سے ابوبکرؓ مراد لیتے ہیں تو زمخشری اسی سے حضرت علیؓ مراد لیتے ہیں۔ تفاسیر ایسے اختلافات سے بھری پڑی ہیں۔ کیا اب یہ کہنا درست ہے کہ (نعوذ باللہ) آیات قرآنی "گول مول" تھیں۔ جہاں کسی نے چاہا چسپاں کر لیا۔ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

مثلاً

(۱) یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ۔ وہ کیا چیز حرام کی تھی؟ کوئی ذکر نہیں۔
(۲) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔ کون تھا؟ اس جگہ مذکور نہیں۔
(۳) وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا۔ کس کی صفات ہیں؟ مذکور نہیں۔
(۴) اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ کونسا دشمن مراد ہے؟ نام نہیں لکھا۔

(۵) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۔ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۔ یہ کون تھا نام درج نہیں۔

(۶) اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ کس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں ؟ تاریخ مذکور نہیں ۔

(۷) سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۔ سائل کون تھا ؟ مذکور نہیں ۔

(۸) اَلَّذِیْ یَشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ ۔ کون شخص تھا ؟ نام بیان نہیں ہوا ۔

(۹) وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۔ کونسا جفت و طاق اور کونسی فجر و دس راتیں مراد ہیں ؟ مشخص نہیں !

(۱۰) اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ ۔ ایک پہلو معین نہیں کیا گیا ۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان آیات پر جو بطور مثال لکھی گئی ہیں معترض پٹیالوی کا اعتراض انہیں لفظوں میں وارد نہیں ہوتا جس میں اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر کیا ہے ؟ لیکن درحقیقت جس طرح قرآن مجید کی یہ آیات کسی قسم کی زد کے نیچے نہیں آتیں اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات بھی اعتراضات سے پاک ہیں ۔

قرآن مجید کی آیات متشابہات (یا بالفاظ معترض پٹیالوی "گول مول" کیونکہ ان کے کئی معنی ہو سکتے ہیں) پر اعتراض کرنا نادانوں کا شیوہ ہے اسی طرح حضرت کے بعض متشابہ الہامات کو گول مول کہہ کر تحقیر کرنا بھی یقیناً ناپاک دل لوگوں کا کام ہے ۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے کلام میں جہاں کہیں ابہام ہوتا ہے وہ کسی مفید غرض کے لئے ہوا کرتا ہے ۔

"فی بضع سنین" والی آیت کے متعلق لکھا ہے :۔

"وانّما ابھم البضع ولم یبیّنہ وان کان معلوماً لنبیّہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم لادخال الرعب والخوف علیھم فی کلّ وقت کما یؤخذ ذالک من تفسیر الفخر الرازی ۔"

(فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۱۷۹)

کہ اللہ تعالیٰ نے بضع کے لفظ کو مبہم رکھا ہے اور کھول کر نہیں بتایا کہ کتنے عرصہ میں رومی غالب آئیں گے (اگرچہ یہ رسول کریم کو معلوم تھا) تاکہ ان لوگوں پر ہر وقت رعب و خوف طاری رہے جیسا کہ فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے ۔"

آیات متشابہ کا فائدہ

انہی متشابہ آیات میں سے سورۃ المدثر کی یہ آیت بھی ہے

کہ ہم نے دوزخ پر ۱۹ فرشتے مقرر کیے ہیں۔ ۱۹ کی وجہ بایں الفاظ بیان فرمائی :-

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (المدثر ع)

"ہم نے فرشتوں کی یہ تعداد (۱۹) کافروں کی آزمائش کے لیے بنائی ہے تاکہ اہلِ کتاب کو یقین ہو جاوے اور مومنوں کے ایمان میں زیادتی ہو لیکن کافر اور منافق اس تعداد کو دیکھ کر کہہ اٹھیں گے کہ خدا نے اس قسم کی باتوں (بالفاظ منشی محمد یعقوب گول مول باتوں) سے کیا ارادہ کیا ہے۔ فرمایا خدا اسی طرح بعض کو گمراہ ٹھہراتا ہے جو چاہتے ہیں اور جن کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آیات متشابہات منافقین اور کفار کی آزمائش کے لیے ہوتی ہیں اور وہ اس مقام پر فیل ہو جاتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ (آل عمران ع) کہ کج دل انسان متشابہات کا چرچا کر کے فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔ خیبہم اللہ تعالیٰ۔

اس حقیقت ثابتہ پر غور کر کے معترض پٹیالوی معلوم کر سکتا ہے کہ اس نے بعض الہامات کو "گول مول" قرار دے کر کونسا تیر مارا ہے؟ صرف اپنی کج اندازِ فطرت کا ثبوت دیا ہے جو قدیم سے انبیاء کے مخالف دیتے رہے ہیں۔

ایک عجیب حقیقت اور لطیفہ

مسلّم فریقین ہے کہ قرآن مجید میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ خود قرآن مجید فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ الآیۃ (آل عمران ع ۱)

یعنی اللہ نے ہی تجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں ایک حصہ محکمات کا ہے جو اصل کتاب ہیں اور باقی متشابہات ہیں۔"

ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ جس طرح قرآن مجید کی متشابہات پر دشمن اعتراض کرتا ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متشابہات پر معترض پٹیالوی اور اُس کے ہمنوا معترض ہوتے ہیں محکمات ہر دو جگہ اعتراض کے دائرہ سے باہر قرار دیئے جاتے ہیں۔ دیکھیئے قرآن مجید ایسے پاک کلام کے متعلق ناپاک پنڈت دیانند آریہ کیا رائے رکھتا ہے :-

"یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ کسی مکار فریبی کا بنایا ہوا ہوگا نہیں تو ایسی فضول باتیں کیوں لکھی ہوتیں۔"

ہمارا قلم اِن لفظوں کو لکھتے ہوئے کانپتا ہے مگر کیا کریں صداقت کے دشمن ہمیشہ سے ایک ہی لائن پر چلتے رہے ہیں۔ اُتوا صوا بہ بل ھم قوم طاغون۔ ہاں اسکے بالمقابل خدا کے ایک پارسا بندے حضرت امام غزالیؒ کے مندرجہ ذیل الفاظ بھی پڑھیئے متشابہات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

"قرآن مجید کے سب معانی سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی ......

مقطعاتِ قرآنی ایسے حروف یا الفاظ جو اہلِ عرب کی اصطلاح میں کسی معنی کے لئے موضوع نہیں۔" (علم الکلام صفحہ ۵۶ [1])

ناظرین کرام! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ کیا مکذب پٹیالوی نے حضرت غزالیؒ کے طریق کو اختیار کیا یا پنڈت دیانند کے نقشِ قدم کی پیروی کی ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

جن چند متشابہ الہامات کو معترض نے "گول مول" قرار دے کر ہنسی اڑائی ہے اُن کے تفصیلی جواب سے پہلے میں بتا دیتا ہوں کہ یا تو ان پر اس نے اس لیئے اعتراض کیا ہے کہ ان کے شانِ نزول کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے یا پھر اس لیئے کہ ان کی مستقل شان کو

---

[1] علم الکلام اردو ترجمہ "الاقتصاد فی الاعتقاد" کا ہے اور ۱۹۱۰ء میں خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا ہے۔ مؤلف

سمجھا نہیں گیا۔ شانِ نزول وغیرہ کے متعلق شاہ صاحب موصوف طویل بحث کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

"سببِ نزول دو قسم است، قسمے آنست کہ حادثہ واقع شد کہ دراں ایمانِ مومناں و نفاقِ منافقاں بروئے امتحان آمد چنانکہ در اُحد و احزاب اتفاق افتاد۔ خدا تعالےٰ مدحِ ایماں و نکوہش آناں نازل ساخت تا فیصل گردد میانِ دو فریق و دریں میان تعریضات بسیار بخصوصیات ایں حادثہ بظہور مے رسد۔ پس واجب است کہ بکلامِ مختصر آں حادثہ را شرح دادہ آید تا سوق آں کلام بر خوانندہ روشن شود و قسمے آنست کہ معنے آیت بعموم خود تام است بغیر احتیاج دانستن حادثہ کہ سبب نزول شدہ است، و حکم عموم لفظ را ست نہ خصوص سبب را، قدمائے مفسّرین بقصد احاطۂ آثار مناسبہ آں آیت یا بقصد بیانِ ما صدق آں عموم آں قصّہ را ذکر کردند ایں قسم را ذکر کردن ضرور نیست۔ پیش ایں فقیر محقق شدہ است کہ صحابہ و تابعین بسیار بود کہ نزلت الاٰیۃ فی کذا میگفتند و غرض ایشاں تصویر ما صدق آں آیت بود و ذکر بعض حوادث کہ آیت آنرا بعموم خود شامل شدہ است خواہ ایں قصّہ متقدم باشد یا متاخر، اسرائیلی باشد یا جاہلی یا اسلامی، تمام قیود آیت را در گرفتہ شد یا بعض آنرا واللّٰہ اعلم ازیں تحقیق دانستہ شد کہ اجتہاد را دریں قسم دخلے ہست و قصص متعددہ را آنجا گنجائش ہست۔"
(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۴۰)

حضرت شاہ صاحب کی عبارت واضح ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن آیات یا الہامات کا تعلق کسی گزشتہ واقعہ سے ہو اس کو تو اسی پر چسپاں کرنا چاہیئے لیکن جو عام ہو وہ جہاں چسپاں ہو سکے وہاں کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے اجتہاد کا راستہ کھلا ہے۔ اس بیان سے اصولی طور پر اعتراض کا حل ہو گیا۔

اعتراضات کے تفصیلی جواب

پہلا اعتراض۔ معترض نے الہام "پہلے غشی، پھر بیہوشی، پھر موت" درج کر کے لکھا ہے مولوی

کی حالت عموماً ایسی ہی ہوا کرتی ہے اس میں الہام کی کیا بات ہے۔" (عشرہ ص۲۳)

الجواب ۱ ۔ کیا جو بات عموماً ہوا کرے وہ الہام نہ ہونی چاہیئے ۔ اگر یہ قاعدہ درست ہے تو آیاتِ ذیل کے متعلق آپ کا کیا جواب ہوگا ۔

(الف) وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۔ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ۔ (القیامۃ) آپ کے خیال کے مطابق "جب مرنے والوں کی حالت عموماً ایسی ہی ہوا کرتی ہے تو اس میں الہام کی کیا بات ہے۔"

(ب) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۔ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (الطارق)

(ج) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۔ الآیۃ (النور ع)

معلوم ہوا کہ اگرچہ ایک بات عموماً بھی ہوتی ہو تب بھی الہام ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں عبرت دلانے اور ان کے فوائد کی طرف متوجہ کرنے کے علاوہ اور بھی کئی فوائد ہوتے ہیں ۔

جواب ۲ ۔ یہ الہام عمومی حالت بیان کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ ایک پیشگوئی پر مشتمل تھا ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے :-

"۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں مجھے یہ الہام ہوا پہلے بیہوشی پھر غشی پھر موت ۔ ساتھ ہی اس کے یہ تفہیم ہوئی کہ یہ الہام ایک مخلص دوست کی نسبت ہے جس کی موت سے ہمیں رنج پہنچے گا ۔ چنانچہ اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں کو یہ الہام سنایا گیا اور الحکم ۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں درج ہو کر شائع کیا گیا ۔ پھر آخر جولائی ۱۸۹۹ء میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست یعنی ڈاکٹر محمد بوڑیخان اسسٹنٹ سرجن ایک ناگہانی موت سے قصور میں گزر گئے ۔ اوّل بیہوش رہے پھر یکدفعہ غشی طاری ہوگئی پھر اس ناپائیدار دنیا سے کوچ کر گیا اور ان کی موت اور اس الہام میں صرف بیس بائیس (۲۰) (۲۲) دن کا فرق تھا ۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۱۳-۲۱۲)

اب اس پر مزید تشریح کی کوئی ضرورت نہیں ۔

دوسرا اعتراض - معترض نے ۷ رمارچ ۱۹۰۶ء کا الہام "پچیس دن یا پچیس دن تک" نقل کر کے لکھا ہے کہ "نتیجہ نامعلوم" (عشرہ صفحہ ۴۳)

الجواب - اس ریمارک میں معترض پٹیالوی نے سخت خیانت سے کام لیا ہے کیونکہ یہ الہام اخبار بدر ۱۴ رمارچ ۱۹۰۶ء میں درج ہوا ہے اور وہاں پر "نتیجہ" کے متعلق صاف لکھا ہے :-

"پچیس دن کے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ ۷ رمارچ سے پچیس دن پورے ہونے کے سر پر یا ۷ رمارچ ۱۹۰۶ء سے پچیس دن تک کوئی نیا واقعہ ظاہر ہوگا ..... مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے اس کا ہم اس وقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں واقع ہو جائے گا۔" (بدر ۱۴ رمارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

یہ پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی اس کی تفصیل کے لئے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱ تا صفحہ ۹۶ ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ ہے کہ ایک "ہولناک واقعہ" ظاہر ہوا یعنی ٹھیک ۳۱ رمارچ ۱۹۰۶ء بعد دوپہر ایک ہیبتناک آسمانی گولہ گرا جس سے بہت سے لوگ سہم گئے ہو گئے - اور یہ شہاب ثاقب مختلف شہروں میں اور دُور دُور تک نظر آیا - انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ اپنے پرچہ ۳ راپریل ۱۹۰۶ء میں لکھتا ہے :-

"کئی نامہ نگاروں نے ہمیں اس شہاب کے متعلق خطوط لکھے ہیں جو اتوار (۳۱ رمارچ) کی شام کو پونے پانچ بجے کے قریب دیکھا گیا - یہ نہایت چمکدار تھا - اور لاہور میں جب یہ گرتا دیکھا گیا تو اس کے پیچھے ایک بہت لمبی دھری دھار ایسی تھی جیسے دھواں ہوتا ہے - راولپنڈی میں یہ جنوب مشرق کی طرف نظر آیا - اُس وقت دھوپ نہایت تیز تھی - ہمارے بعض نامہ نگار یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا اس سے پہلے بھی کبھی کوئی ایسا شہاب دیکھا گیا ہے جو ان حالات کے ماتحت نظر آیا ہو - اور بعض یہ لکھتے ہیں کہ اگر غروب آفتاب کے بعد یہ واقعہ دیکھا جاتا تو اس کی چمک واقعی بے نظیر ہوتی۔"

علاوہ ازیں "آرمی نیوز" لدھیانہ (انگریزی اخبار) مورخہ ۴ راپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ اور سول اینڈ

ملٹری گزٹ ۲۰ راپریل ۱۹۰۵ء میں بھی اس کا کافی تذکرہ ہے۔ اس پر روزنامہ "اخبار عام" لاہور
نے لکھا :-

"قدرت کے عجائبات پر عقل انسان دنگ ہے انسان کی حقیقت ہی کیا
ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان دنوں آسمان سے عجیب آثار دکھائی دیتے
ہیں۔ مرزائے قادیان پیشگوئی کرتے ہیں کہ کوئی بڑا نشان خدائی جلال کا
وقوع میں آنا چاہتا ہے۔ انگریزی اخبار میں بھی لکھا ہے کہ کئی مقامات پر
تارے ٹوٹنے کی سی روشنی دکھائی دی۔ کئی لوگ اس کو شہاب ثاقب بتلاتے
ہیں۔ مختلف اخبارات میں طرح طرح کی خبریں ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ انگریزی
اخبارات میں بھی اس کی کیفیت دی گئی ہے۔ ..... جموں سے خبر دیتا ہے آسمان
سے ایک آگ کا گولہ گرا۔ بڑی بھاری آواز تھی جیسے کوئی بڑی توپ چلتی ہے اور
اس آواز سے شہر ہل گیا۔ لوگ گھبرا اٹھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ گوجرانوالہ میں ایک
تودہ آگ کا گرتا ہوا دیکھا گیا۔" (بحوالہ اخبار بدر ۱۱ راپریل ۱۹۰۵ء)

کیا اس قدر کھلے نشان کے باوجود آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں؟ مگر افسوس ان پر جن کے حق میں
کہا گیا ہے۔ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ؕ

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

تیسرا اعتراض - الہام "ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہ رہے گا" پر بھی نتیجہ ندارد"
لکھا ہے۔ حالانکہ اس الہام میں صاف طور پر عمر دنیا کی طرف اشارہ ہے یعنی سات ہزار برس
کے بعد دنیا کا دور ختم ہو جائے گا کیونکہ خدا کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کے متعلق جو فرمایا تھا وہ حسب ذیل ہے :-

"ابھی ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس الہام میں ہفتہ سے کیا مراد ہے
اور یہ کس کے متعلق ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ بعض اس
قسم کے الہامات کسی خاص مکان اور خاص زمانہ کے متعلق ہوتے ہیں (حضرت
مسیح موعودؑ) نے فرمایا درست ہے۔ دانیال کی کتاب میں صدہا سال کو ہفتہ
کہا گیا ہے اور دنیا کی عمر بھی ایک ہفتہ بتلائی گئی ہے۔ اس جگہ ہفتہ سے

مراد سات ہزار سال ہیں۔ ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔"

(اخبار بدر ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء)

کیا اس صراحت کے باوجود الہام کو "گول مول" کے تحقیر آمیز لفظ سے یاد کرنا انصاف کا خون کرنا نہیں؟

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ رؤیا میں دکھائی جاتی ہیں کہ یہ آپ کی بیوی بننے والی ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں:۔

"قلت ان یکن هٰذا من عند الله یمضہ۔" (مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

کہ میں نے کہا اگر خدا کا یہی منشاء ہے تو وہ اس کو پورا کر دے گا۔"

اس رؤیا کو کوئی عقلمند "گول مول" نہیں کہہ سکتا۔ مگر انبیاء کرام (ان پر خدا کی بے انتہا برکتیں ہوں) کا کیسا محتاط پہلو ہوتا ہے۔ اللّٰھم صلّ علیہ و اٰلہ وسلّم۔

چوتھا اعتراض اور اس کا جواب۔ الہام "ایسوسی ایشن" کو لا پتہ بتایا ہے حالانکہ اس میں بتایا گیا تھا کہ قوم کی تنظیم کی طرف پوری توجہ کرو اور ان کو ایک سلک میں منسلک کر دو۔ اس کے ماتحت حضرتؓ نے جماعت کو اتحاد، اُلفت اور باہمی مواخات کی پوری تلقین فرمائی۔ نیز بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ احمدیہ جماعت کو ایک منظم باقاعدہ اور ایک امام کے ماتحت کام کرنے والی جماعت بنائے گا۔ گویا کاَنّھم بنیان مرصوص کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

"ایسوسی ایشن" لفظ کے معنی انگریزی لغت میں یہ لکھے ہیں:۔

"a Society of persons joined together to promote some object."

"چند لوگوں کا کسی خاص مقصد کے لئے جمع ہونا"۔ پس اس الہام پر اعتراض ناواقفی پر مبنی ہے۔

پانچواں، ساتواں اور نواں اعتراض۔ (۵-۷-۹) ان نمبروں میں حسب ذیل تین الہام درج کئے ہیں:۔

"موت تیرہ ماہ حال کو (الہام ۵ شعبان ۱۳۲۴ھ) ایک دم میں دم رخصت ہوا۔ پیٹ پھٹ گیا" اور پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ "خبر نہیں کس کا؟"
(عشرہ صفحہ ۴۲)

الجواب ۔ معترض پٹیالوی کہتا ہے کہ خبر نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔ حالانکہ آج سے قریباً ۴۴ سال پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرما چکے ہیں کہ:۔
"مجھ کو ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء میں اور بعد اس کے اور کئی تاریخوں میں وحی الہٰی کے ذریعہ سے بتلایا گیا کہ ایک شخص اس جماعت میں سے ایک دم میں دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور پیٹ پھٹ جائے گا اور شعبان کے مہینہ میں وہ فوت ہوگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ میں میاں صاحب نور مہاجر جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کی جماعت میں سے تھا یکدفعہ ایک دم میں پیٹ پھٹنے کے ساتھ مر گیا"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷)

ے
جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

چھٹا اعتراض اور اس کا جواب۔ "غثم۔ غثم۔ غثم" درج کر کے معترض صاحب لکھتے ہیں "مطلب ندارد"
حالانکہ اس کا مطلب اس الہام کے ساتھ ہی مکمل عبارت میں درج ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔
"غثم۔ غثم۔ غثم لہ۔ دفع الیہ من مالہ دفعۃ (ترجمہ) دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک" (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۵)
اور لغت میں بھی لکھا ہے:۔
غثم لہ۔ دفع لہ دفعۃً جیدۃً من المال (المنجد)
پس اس الہام کے بھی معنی اور مطلب صاف موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کے متعلق بصیغہ غائب ذکر فرمایا ہے۔

آٹھواں اعتراض ۔ الہام "مفرصحت" کے متعلق لکھا ہے:۔

"۲۰ر جون قبل ظہر حضرت اقدسؑ نے بیان فرمایا کہ دو تین دن ہوئے الہام ہوا تھا "مفرِ صحت" (الحکم جلد ۹ نمبر ۲۱ صفحہ ۱)

الجواب - اس پر معترض کو خواہ مخواہ اعتراض ہے ورنہ بات تو واضح ہے کہ اس میں حضرت اقدسؑ کی اس محنتِ شاقہ کو جو تصنیف وغیرہ کے کام میں حضورؑ ان دنوں برداشت کر رہے تھے "مفرِ صحت" قرار دیا گیا ہے اور آپؑ کو اپنی صحت کے مضبوط کرنے کا ارشاد ہے۔

دسواں اعتراض اور اس کا جواب - معترض نے دسویں نمبر پر الہام "آثارِ صحت" کو "گول مول" قرار دے کر یہودیانہ خصلت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اس الہام کے ساتھ ہی اس کی تشریح خود حضورؑ نے فرما دی تھی۔ لکھا ہے:-

"فرمایا کچھ دن ہوئے کہ میں بیماروں کے لئے دعا کرتا تھا۔ ایک شخص کے لئے خاص طور سے دعا کی۔ دیکھا کہ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر یہ الہام (آثارِ صحت) ہوا مگر تصریح بالکل نہیں کہ کس کی نسبت ہے۔"

(البدر جلد ۲ نمبر ۱۴)

گویا یہ الہام ان بیماروں میں سے ہی کسی ایک کے لئے ہے جن کے لئے حضورؑ نے دعا فرمائی۔ شخصی تعیین نہ ہونے سے اس میں کیا ہرج واقع ہو گیا۔

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ معترض پٹیالوی نے کس طرح کتر بیونت کر کے حضرت کے الہامات کو بگاڑنا چاہا مگر کاغذ کی ناؤ کب تک چل سکتی ہے۔ سچ سچ ہی ہے اگرچہ اس پر ہزار پردے ڈالے جائیں ؎

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

مولوی محمد حسین بٹالوی کی گواہی دربارہ الہامات

معنف عشرہ کاملہ کا فصل سوم اور فصل چہارم سے منشاء یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات (نعوذ باللہ) شیطانی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔ فصل سوم کے اعتراضات کے جوابات علیحدہ علیحدہ دیئے جا چکے ہیں اور فصل چہارم کے آئندہ درج ہیں لیکن اس جگہ مولوی محمد حسین صاحب

بٹالوی کی ایک شہادت کا ذکر کرنا ضروری ہے اور یہ شہادت اس لیئے بھی زیادہ مستحق توجہ ہے کہ پھر بعد میں مولوی صاحب نے عداوت وحسد کی بناء پر حضرت اقدس ؑ کی تکذیب میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ گویا یہ شہادت خدائی تصرف کے ماتحت ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"شاید امرتسری معترضین[۱] ومنکرین جو اہلحدیث کہلا کر حدیث کے نام کو بدنام کر رہے ہیں یہ اعتراض کریں کہ (مرزا صاحب کے) انگریزی زبان کے الہام میں طبیعت یا تخیال کی بناوٹ کا احتمال نہیں تو یہ احتمال تو ہے کہ یہ انگریزی الہام شیطان کی طرف سے ہے جو انگریزی۔ عربی۔ فارسی۔ ہندی سبھی زبانیں جانتا ہے اور جو اس میں غیب کی باتیں اور پیشگوئیاں ہیں وہ شیطان نے آسمان سے چھپ کر سن لی ہوں۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یہی بات پہلے مشرکین عرب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الہامات عربی کی نسبت کہی تھی۔ پس جو اس کا جواب خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اس مقام میں مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے دیتے ہیں۔

سورۃ الشعراء میں اللہ تعالےٰ نے مشرکین کی اس بات کے جواب میں فرمایا ہے۔ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝

---

[۱] اس کے متعلق مولوی ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر اہلحدیث کیا فرماتے ہیں؟ مصنف

کہ اِس قرآن کو شیطانوں نے نہیں اُتارا۔ اور نہ ان کو یہ طاقت ہے۔ وہ تو آسمانوں کی خبریں سُننے سے آگ کے شعلوں کے ساتھ (اب) روکے جاتے ہیں۔ ہم تمہیں بتادیں کہ شیطان کن لوگوں پر اُترتے ہیں۔ وہ بڑے جھوٹے گنہگاروں پر اُترتے ہیں اور ان کو وہ جو کچھ چوری سے سُن پاتے ہیں پہنچاتے ہیں۔ وہ اکثر باتوں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔ اِس جواب کا ماحصل (چنانچہ بیضاوی و امام رازی نے بیان کیا ہے) یہ ہے کہ قرآن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے دو وجہ سے القاء شیطانی نہیں ہو سکتا۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کے پاس شیطان اُترا کرتے ہیں وہ اپنے اعمال اور افعال میں شیطانوں کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں، بڑے گنہگار اور بڑے جھوٹے، اور یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی نہیں جاتیں۔ وہ تو شیطان کے دشمن ہیں اور اس کو لعنت کرنے والے، جھوٹ اور گناہوں سے پاک، اور ان سے منع کرنے والے۔ دوم وہ باتیں جو شیطان لاتے ہیں اکثر جھوٹی نکلتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کی ایک بات بھی جھوٹی نہیں۔

یہی جواب ہم الہامات مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے دے سکتے ہیں کہ شیطان اپنے ان دوستوں کے پاس آتے ہیں اور ان کو (انگریزی خواہ عربی) پہنچاتے ہیں جو شیطان کی مثل فاسق و بدکار اور جھوٹے دوکاندار ہیں۔ اور مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کے رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔ اور نیز شیطانی الہام اکثر جھوٹ نکلتے ہیں اور الہامات مؤلف براہین احمدیہ سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا (چنانچہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے گو ہم کو ذاتی تجربہ نہیں ہوا) پھر وہ القاء

شیطانی کیونکر ہو سکتا ہے ؟ کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک
شیطان کو بھی یہ قوتِ قدسی ہے کہ وہ انبیاء و ملائکہ
کی طرح خدا کی طرف سے اطلاع پائے اور اس کی کوئی
خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے ۔ حاشا و کلّا "

(رسالہ اشاعۃ السنّۃ جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۲۸۲)

ناظرین کرام ! اس مفصّل اور مدلّل بیان کے بعد کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ۔ ہم آپ کی توجہ اس شہادتِ صادقہ (کیونکہ دعوے کے بعد لوگ تعصّب سے الزام لگایا کرتے ہیں ۔ ابو لہب نے دعویٰ سُنکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنا شروع کر دیا تھا) کی طرف مبذول کراتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ معترض پٹیالوی نے فصل سوم کا عنوان ہی تنزّل علیٰ کلّ افّاک والی آیت رکھی ہے اور اس کو (خاکش بدہن) حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے مگر مندرجہ بالا بیان میں موثر طور پر اس کا جواب موجود ہے ۔ کیا کوئی منصف مزاج اس سے فائدہ اُٹھائے گا ؟